تذکِرہ

قلندرزمان

ناصرالدین محمداسدالرحمان قدسی

اَعْلَی اللہ مَقَامَھُم

مؤلفہ

حسن عزیز جاوید رحمانی

ناشر

رَحمانی پبلیکیشنز

کمرہ نمبر 1010 کاوش کراؤن 10th فلور شاہراہِ فیصل، کراچی

(جملہ حقوق بحق آستانہ قدسی محفوظ)

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	تعریف توکل	۱۰
۲	طریقہ اور سلسلہ	۱۲
۳	مصقات ومتولفات	۱۸
۴	شجرہ طیبّہ	۱۹
۵	خاندانی حالات	۲۰
۶	ولادت باسعادت	۲۷
۷	تعلیم وتربیت	۲۹
۸	مجاہدات	۳۱
۹	سیاحت	۳۹
۱۰	جشنِ مسرت اور سجادہ نشینی	۴۱
۱۱	علالت	۴۴
۱۲	کشمیر	۴۷
۱۳	خلد آباد	۵۰
۱۴	تھانہ بھون	۵۲
۱۵	سفر حج	۵۴
۱۶	تصرفات	۶۵
۱۷	اخلاق وعادات	۷۱
۱۸	مراجعت پاکستان	۷۶
	خاتمہ	

عرض ناشر

الحمدللہ کہ وابستگانِ سلسلہ عالیہ رحمانیہ کی دلی مراد اور عقیدتمندانہ تمنا پوری ہوئی۔ برادرِ محترم حسن عزیز جاوید رحمانی جملہ متوسلین کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ حضرت مرشد نامدظلہٗ کے جو حالات بھی ہو سکے کتابی صورت میں مرتب کر کے ارادتمندوں کی آرزو اور خواہش پوری کردی۔ اس میں شک نہیں کہ زندگی بھر کے حالات جمع کرنا محالات سے ہے پھر بھی موصوف نے بڑی جستجو سے کچھ جزوی حالات جمع کرہی لئے اتنی معلومات بھی سعید ہستیوں کی راہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ جناب مکرم افتخار حسین ناطق نے جو حضرت مرشد نامدظلہٗ سے نہایت پرخلوص تعلق رکھتے اس تذکرہ کے پیش لفظ میں سوانح حیات کے ہر جز کو اہل ذوق کے لئے قابل تقلید نمونہ قرار دیکر دعوتِ عمل دی ہے امید ہے وابستگان اور متوسلین کے علاوہ کے اصحاب فکرو نظر بھی تسکین حاصل کرسکیں گے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

صادق رحمانی

مدیر مکتبۂ قدسی۔ کراچی

پیش لفظ

اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک برگزیدہ انسان وہ ہے جو متبع شریعت ہو۔ جس کے افعال و اقوال قرآنی معیار کے مطابق ہوں۔ جس کی تعلیمات وتلقینات قرآنی تعلیمات وہدایات کا مجموعہ ہوں۔ مذہب واخلاق کی وہی تعلیم زیادہ مؤثر ہوتی ہے جو عملی زندگی میں اور عملی زندگی سے ہمارے سامنے پیش کی جائے۔ بزرگان دین نے اپنی عملی زندگی سے وہ اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے جسے بنی نوع انسان کے لئے مشعل ہدایت اور خضر راہ کہا جاسکتا ہے۔ ان کی مبارک زندگی کی تقلید زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالتی ہے۔ ان کی تعلیم کامرانی وسربندی کی منزل مقصود تک پہنچاتی ہے۔ ان کا خلوص عمل ایمان کو جِلا بخشتا ہے۔

بزرگوں کے تذکرے پڑھنا اور سُننا تقویتِ ایمان کا باعث ہوتا ہے۔ جناب محترم حسن عزیز جاوید رحمانی قابل ستائش وتشکر ہیں کہ موصوف نے بزرگ جلیل القدر حضرت سیدنا اسدالرحمٰن قدسی مدظلہٗ کے جزوی حالات زندگی اخلاص وعقیدت کے ساتھ تذکرے کی صورت میں پیش کرکے اصحاب ذوق کو دعوت مطالعہ اور اہل درد کو استفادہ کا موقع عنایت کیا۔ امید کہ اہل نظر واصحاب ذوق اس پرخلوص کاوش کو وہ اہمیت دینگے جو اس کا حق ہے۔

اس کے مطالعہ سے حضرت قدسی مدظلہ کا زہد واتقا، قناعت وتوکل، سادگی و

انکساری راستی وحق پرستی، تسلیم و رضا، صبر وشکر، خلوص و ایثار، عزم و ہمت، رحمت وشفقت، سخاوت وسیر چشمی غرضیکہ تمام اوصافِ حمیدہ واخلاق حسنہ نہایت وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتے ہیں اوران کے اعمال وکردار کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل بےنقاب ہوجاتی ہے کہ وہ عالم انسانیت کے ایک عظیم معمار اور بلندترین مصلح ہیں۔

آپ کا نمونہ عمل، اندازِ تربیت، سعی وتدبیر انسان میں شمائل حسنہ اور اخلاق حمیدہ پیدا کرتے ہیں جو روحِ انسانیت ہیں۔ ریا ونفاق کی خرابیوں سے آپ کا قلب مبارک پاک ہے۔ صدق گوئی، راست بیانی شریں مقالی، پاکیزہ ومہذب گفتگو، نرمی آپ کی زبان مبارک کے جوہر ہیں۔ خدائے واحد کی ذاتِ یکتا و بے ہمتا آپ کی دور بیں نگاہ کا اصل مرکز ہے۔ تکالیف و مصائب میں بھی آپ کا روئے مبارک بشاشت وخوش خلقی کا آئینہ ہوتا ہے۔ آداب شریعت آپ کا ظاہر اوصافِ حقیقت آپ کا باطن ہے۔ غرضیکہ حضرت اقدس کی مبارک زندگی ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

افتخار ناطق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وِالسَّلَامُ عَلٰے سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

برادرانِ سلسلہ عرصۂ دراز سے تقاضہ کر رہے تھے اور بار بار اصرار تھا کہ مرشدِ عالم حضرت قلندر زماں اعلی اللہ مقامھم کے سوانح حیات مرتب کئے جائیں۔ میں حیران تھا کہ زندگی بھر کے حالات کیسے اور کہاں سے جمع کوں کیونکہ یہ اہم کام نہ صرف مشکل بلکہ محال نظر آیا۔

برادران سلسلہ کے اصرار اور میری عقیدت و محبت کے تقاضہ نے ہمت بڑھائی توفیق ربانی شامل حال ہوئی اور میں نے معلومات کی جستجو شروع کردی۔ خاندانی حالات، ولادت وطفولیت۔ تعلیم و تربیت اور طور وطریق کی معلومات اہل خاندان بزرگوں سے حاصل ہوئیں۔ سیر و سیاحت اور سفر حج کے حالات جو خادم اور مصاحب رفیق سفر رہے ان سے معلوم ہوئے۔ سب حالات وکوائف اور تمام و کمال وسوانح حیات کا حصول ناممکن تھا جو کچھ معلوم ہوسکا جمع کرلیا۔ تعلیمات وہدایت اور تصرفات وفیضان کے واقعات جو میرے اور ہر حاضر ہونے والے کے علم میں ہیں وہ سب جمع کئے جائیں تو ایک یا متعدد کتابیں بھی ناکافی ہوں۔ آج سے چالیس برس

پہلے برادرعزیز اقبال حسین خاں۔ بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی نے ایک کتاب حالات قدسی شائع کی تھی جس میں ابتدائی زندگی کے مختصر حالات کے ساتھ اخلاق وعادات پر روشنی ڈالی تھی۔ان کے مجموعہ سے بھی میں نے اس تذکرہ میں مدد لی ہے۔ بارہ برس کا عرصہ ہوا صوفی حبیب اللہ کشمیری نے ایک کتاب فیضان قدسی شائع کی تھی جس میں نہایت اختصار کے ساتھ حالات اور تعلیمات کو جمع کیا ہے۔حکیم سید زمرد حسین شاہ صاحب نے بھی ایک کتاب نعمت عظمیٰ شائع کی تھی جس میں حضرت کے عالمانہ و عارفانہ ارشادات طریقہ عالیہ قلندریہ کی تعلیمات ومعمولات سے متعلق جمع کئے ہیں خود حضرت مرشد عالم کی تصنیفات وتالیفات میں طریقہ کی تمام تعلیمات ومعلومات اور جملہ معمولات وہدایت ہیں اس لئے میں نے اس تذکرہ میں خاندانی حالات، تعلیم وتربیت، ریاضات ومجاہدات اور حالات سیر وسیاحت جو معلوم ہو سکے جمع کئے ہیں۔

قوائے جسمانی ریاضات ومجاہدات کے زمانے میں ہی کمزور ہو گئے تھے۔ سجادہ نشینی کے بعد سے ضعف وناتوانی میں اضافہ ہوتا رہا اب تو عمر شریف ستّر اوراسّی برس کے درمیان ہے۔ باری تعالیٰ سایۂ مبارک متوسلین پر قائم رکھے۔گزشتہ سال میں حاضر خدمت ہوا تھا مزاج پرسی کے بعد میں نے عرض کی قبلۂ عالم آپ کی مقبول دعاؤں کی برکت سے بے شمار مریض شفایاب ہوئے اپنی صحت کے لئے دعاء نہیں فرماتے۔حضرت نے فرمایا بیماری بھی ایک رحمت ہے کفارۂ معصیت ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ کی زندگی تو نوعمری سے زہد وتقویٰ۔ پرہیزگاری وپاکبازی اتباع کتاب وسنت اور مجاہدات وریاضات میں گزری ہے۔فرمایا توبہ توبہ تم کو کیا معلوم کہ مجھ میں کتنے عیوب ومعاصی اور کس قدر نقائص وزمائم ہیں۔اللہ رب العزت جل

شانہٗ کے فضل وکرم اوراس کی رحمت پر بھروسہ اورنظر ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

حضرت اقدس نے جن ریاضت وعبادت ۔جن مجاہدات ونفس کشی سے ذات اطہر کوسنوارا ہے۔ وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ایک عالم واقف ہے اور ان سب کا ایک مختصر سا حال آپ اس کتاب میں بھی پائینگے۔

ہر زمانے میں بزرگ ہستیوں اورممتاز وباکمال شخصیتوں کے حالات وسوانح قلمبند ہوتے رہے اوران کی سبق آموز زندگی سے اہل ذوق وبصیرت حاصل کرتے رہے ہیں۔

جس محترم ہستی کے حالات وسوانح اس وقت پیش نظر ہیں وہ اپنے کمالات باطنی اورعبادات ظاہری سے مزین اس درس ہدایت اوراس سبق معرفت کو دہرا رہی ہے جو آج سے چودہ سو برس پہلے دنیا کے سامنے پیش ہو چکا ہے۔

حصول معرفت الٰہی کے دو طریق ہیں۔ ایک علما سے مخصوص ہے جس کو معرفت استدلالی کہتے ہیں جو مفید یقین نہیں، دوسرا طریق اولیا و اصفیا کے لئے مخصوص ہے یعنی معرفت کشفی وشہودی۔

منازلِ معرفت کے سالک کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور لازمی قوائے روحانیہ میں ایک انجلائی کیفیت پیدا کرنا ہے کیونکہ روح اگرچہ ایک جوہر نورانی ہے مگر ارتباط جسم خاکی وامتزاج مادّی کی وجہ سے اس کی نورانیت مکدر ہوجاتی ہے علاوہ ازیں اخلاق رذیلہ اورعادات رویہ بھی اس کی نورانیت کوتاریک بنادیتے ہیں اس لئے پہلے تزکیہ نفس وتصفیہ قلب ضروری اورلازمی ہے۔

اصلاح حال یاتو کسی مرشد کامل کے زیر تربیت ہوسکتا ہے یا ذاتی مجاہدات و

فطری استعداد سے ہوتا ہے۔تزکیہ وتصفیہ کے بعد روح میں یہ صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے کہ مدارج ارتقا کو بتدریج طے کر سکے۔

کرامت وخوراق معمولی کرشمہ ہے روحانیت کا منتہائے نظر تو عرفان الٰہی ہے، اصل تصوف کرامات وخوارق کی شعبدہ بازیوں سے بے نیاز ہے۔ یہ طلسماتی ڈھونگ شہرت پسند ملمع ساز اخباری اور اشتہاری پیروں کا ذریعہ معاش ہے۔بعض نادان اورضعیف الاعتقاد لوگ بزرگوں کے روحانی مراتب ومقامات کا اندازہ ان کی کرامات سے کرنا چاہتے ہیں۔خرق عادت امور تو ہر شخص ریاضات کے بعد محیر العقول کرامتوں کی شکل میں دکھا سکتا ہے مگر یہ ناممکن ہے کہ بغیر مجاہدات شدیدہ یا استعداد فطری توفیق ربانی کے ولی کامل اور ہادی عصر بن جائے۔اولیااللہ کی کرامات نمود ونمائش کے لئے نہیں بلکہ مصالح الٰہی کے ماتحت ہوتی ہیں۔جن کا ظہور خاص مواقع پر ہوتا رہتا ہے حقیقت میں یہ ایک لطیفۂ غیبی ہوتا ہے۔

جہاں ایک طرف کشف وکرامات کو بزرگی کا معیار قرار دینے والے ضعیف الاعتقاد ہیں دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جو کرامات اولیاءاللہ اور باطنی تصرفات کو شعبدہ گری وابلہ فریبی سے زیادہ کوئی وقعت نہیں دیتے اس بدظنی کا بعث نام نہاد صوفیا اور دوکاندار پیروں کا طرز عمل ہے جو دنیا کمانے کے لئے باکمالوں کے بھیس میں نمودار ہوکر اپنا بھرم کھلنے کے بعد خوش عقیدہ لوگوں کو بدظن بنا دیتے ہیں۔

مرشدان برحق کا مقصد حیات عامتہ الناس میں اس جذبہ دینی کی روح پھونکنا ہے جس سے کتاب وسنت پر عمل کی استقامت حاصل ہو۔اسی غرض کے پیش نظر بزرگوں اور ناموروں کے تذکرے مرتب کئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں میں ذوق و

شوق بڑھے۔ اگرچہ یہ تذکرہ بے شمار متوسلین کے شدید اصرار اور خود مولف کے دلی جذبہ سے اپنے ہی سلسلہ کے وابستگان کی آ گاہی کے لئے مرتب ہوا ہے مگر یقین ہے ہر وہ مسلمان جو بزرگوں کے تذکروں سے دلچسپی رکھتا ہے اس کے مطالعہ سے اپنے لئے اصلاح حال اور سکون خاطر کی راہ متعین کرسکیگا۔

حضرت مرشدنا مدظلہٗ کا مسلک قلندرانہ ہے جو ہر طرح کی مروجہ ملمع کاریوں سے پاک ہے۔

قلندر آنست کہ از مقامات وکرامات گزشتہ باشد چوں عبدالعزیز مکّی براں درجہ رسید حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ویرا بخطاب قلندر ممتاز ساخت ؎

چونکہ او از مصطفےٰ ایں نام یافت

در جہانِ معرفت آرام یافت

قلندری تجرید است از موانع و دور کرون انچہ از جانب خود است و باقی داشتن انچہ از جانب حق است سبحانہ وتعالیٰ۔ طریقۂ ایشان است اخفا و عدم امتیاز از خلق ومتواضع بودن خود را در دائرۂ عوام انداختن۔

(الطاف قلندریہ)

تعریف وتوکّل

توکل نفس کی اس قوت کو کہتے ہیں جس کے اکتساب کے بعد انسان کو کسب دنیا کی ہوس، تمول وشہرت کی خواہش باقی نہ رہے۔لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ توکل کو ترک اسباب کا مترادف سمجھا جاتا ہے، جو حقیقت کے خلاف اور واقعیت کے منافی ہے دراصل توکل ترک اسباب اور ترک سعی کا نام نہیں، بلکہ نفس کے ملکات کو اس درجہ مجلّا ومصفا کرنا کہ خواہشات وجذبات شہوانی سے تعلق اور لگاؤ باقی نہ رہے۔

گر توکل مے کنی در کار کن
کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

سے صاف متشرح ہوتا ہے کہ توکل حقیقی کے لیے کسب معیشت اور اکل حلال کی جد وجہد اتنی ہی ضروری ہے جتنی لفظ کے لیے معنی اور جسم کے لئے روح، ورنہ اسباب کو ترک کر کے دوسروں کے سہارے زندگی بسر کرنا ننگ وجود ہے۔

یہ تو توکل کی حقیقت اور تعریف ہے اب رہی اس کی علت غائی اور غرض اصلی، تو توکل سے اعتماد علی اللہ کی صفت پیدا ہوتی ہے، دنیا اور عوارض دنیا کی حقارت کا جذبہ زیادہ ترقی کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے اور نفس کو سکون کلی اور توجہ الی اللہ کے مراتب کی جانب صعود کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے۔ حقیقتاً توکل عالم فقر کے لیے ایک

ضروری ملکہ ہے، اگر یہ پیدا نہ ہو تو سالک راہ طریقت میں وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ کے صحیح مفہوم پر اطمینان کے ساتھ عمل پیرا نہیں ہو سکتا۔ اکثر وہ دنیا دار اور سست فقیر جنہیں اکتساب معاش کے تمام شعبوں میں ناکامی کا مونہہ دیکھنا پڑا ہو اور جو علم و ہنر کی رفعتوں پر نہ پہونچ سکنے کے باعث قوائے عملیہ کو معطل کر کے محنت و کوشش کی عظمتوں کو فراموش کر چکے ہوں توکل کی آڑ لیکر جاہل اور کم عقل انسانوں کو دھوکہ دیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو متوکل کے باوقار اور سنجیدہ نام سے یاد کرنا توکل کی توہین اور ان اصول شرعیہ کی تذلیل ہے جو ہمیں امور دینوی میں انہماک اور معاملات عالم کی کشاکش میں حصہ لینے کی تعلیم دیتے ہیں۔

طریقہ اور سلسلہ

حضرت مرشدنا مدظلہٗ کا طریقہ رَحمانیہ ہے۔ یہ طریقہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام سے اہل بیت عظام۔ صحابہ کرام اور اصحابہ صفّہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تفویض ہوا تھا اور سادات کرام کو بطور ورثہ نسلاً بعد نسلاً جاری ہے۔ اس طریقہ میں کتاب وسنت کے خلاف کوئی غیر مستند اور غیر مصدقہ چیز داخل نہیں ہے۔

طریقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا آغاز **اَلرَّحمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ** سے ہے۔ اس طریقہ **عَلَّمَ الْقُرْاٰن** کی ذیل میں ہیں اور معمولات **عَلَّمَہُ الْبَیَانَ** کے تحت۔

دنیا میں طریقت اسلامیہ کے بتیس سلسلے اور طریقے مروج ہیں اور یہ شاخ درشاخ بے شمار خانوادوں پر مشتمل ہیں۔ ان تمام سلسلوں کی ابتدا اور انتہا ذات گرامی حضرت رسالتمآب ﷺ سے ہے۔

حضرت مرشدنا مدظلہٗ کو اپنے آبائی سلسلے اور خاندانی طریقے کے ساتھ تقریباً سب مستند اور مصدقہ سلسلوں میں بہ زمانہ سیاحت عرب وشام اور ہندوستان کے اکثر مشائخ اور علما نے مختار ومجاز قرار دیا ہے۔ اور آپ نے سب طریقوں کی تعلیمات و معمولات میں سے کتاب وسنت کے مطابق امور اخذ کر کے اپنے متوسلین کے لئے ایک شاہراہ متعین فرمادی۔ جس کی شاہد آپ کی محققانہ و عالمانہ تصنیفات وتالیفات ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ آج جو طریقت وتصوف مروج ہے وہ اصل طریقت

اور تصوف کی مسخ شدہ شکل ہے اور اسلام سے بالکل علیحدہ چیز ہے۔ طریقت اسلامیہ عین شریعت اسلامیہ ہے اور یہ موجودہ صوفیوں کی مصطلحات اور اعمال کی بہتات غیر مذاہب سے اخذ کی گئی ہیں اور یہ واجب العمل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی دوسرے مذہب کی کوئی بات خواہ اچھی ہو یا بری اختیار کرو گے وہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔

کتاب العقائد میں حضرت نے اسلامی عقائد پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ تصوف میں کون سے عقائد آج ایسے موجود ہیں جو غیر مذہب کے ہیں اور اسلام سے متعلق نہیں۔ اسی طرح اعمال کے بارے میں بحث فرمائی اور اصل کو نقل سے الگ کیا ہے۔

عقائد کو مذہب کے اصول اساسی کا اصطلاحی نام کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ مذہب کی بنیاد صرف عقائد پر ہے۔ اعمال و عبادات سب عقائد کا حاصل ہیں۔ کوئی شخص محض طریقہ عبادت کی نقل سے اس مذہب کا حقیقی معنوں میں پیرو نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ مذہبی پیروی اور تقلید کے لئے شرط اول عقائد ہیں اور عقائد دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اصولی اور فروعی۔ اصولی عقائد کا دوسرا نام راس العقائد بھی ہے۔ اسلام میں جن عقائد پر ایمان کا دارومدار ہے وہ ناقابل تحریف ہیں اور ان میں کبھی کسی قسم کا تغیر نہیں کیا جاسکتا۔

البتہ وہ عقائد جو فروعی ہیں اور ان کا براہ راست اصولی عقائد سے کوئی علاقہ نہیں ہے وہ مجتہدین کے نتائج فکر و اجتہاد کی وجہ سے مختلف فیہ ہیں۔

حضرت ہمہ اوست کے قائل نہیں اور ہمہ از وست کو بھی غیر ضروری خیال فرماتے ہیں۔ آپ کے نزدیک وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی بحث جناب حق تعالیٰ

جل شانہٗ کی ذات سے متعلق صریح بے ادبی اور گستاخی ہے۔

ہر چند کہ علم الکام کی خوبی اور فضلیت اظہر من الشّمس ہے مگر آپ اس کو بیکار مشغلہ تصور فرماتے ہیں۔ حضرت کے نزدیک علم الکلام جو منطق وفلسفہ سے مشترک اور ظنیات وقیاسات پر مشتمل ہے۔ ''العلم حجاب الاکبر'' کا مصداق ہے۔ آپ کے نزدیک ہر مومون کو یؤمنون بالغیب کے زمرے میں داخل ہونا چاہیئے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ وہ امور غیبیہ جن کا ادراک محال ہے ان کے متعلق بحث کرنا گستاخانہ جرأت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں جو کچھ فرمایا ہے اور جو کچھ بھی اس کی مراد ہے اسی پر بغیر چون و چرا اور ردوقدح ایمان لانا ضروری ہے نیز رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر بھی۔ اسی مراد کے مطابق جو حضور انور ﷺ نے لی ہے۔ بغیر پس وپیش کے یقین کرنا لازمی ہے۔ اگر انسان مرجائے اور وہ علم الکلام کی حقیقت وماہیت اور اصطلاح۔ جوہر وعرض وجسم وغیرہ سے واقف نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے یہ سوال نہیں فرمائے گا کہ تو نے علم الکلام حاصل کیا یا نہیں۔ بلکہ وہی پوچھا جائے گا جو تکلفات شرعیہ اس پر واجب کئے گئے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتاب حکیم میں جتنی باتیں فرض کی ہیں یا رسول اللہ ﷺ نے جن امور کو واجب کیا ہے ان سب کی پیروی ہر بالغ وعاقل انسان پر لازمی ہے۔ ایمان نام ہے۔ قول۔ عمل اور نیت کے مجموعے کا ایمان کی جڑ یہ ہے کہ زبان سے اقرار کیا جائے اور دل سے اسے سچا مانا جائے اور فرائض وواجبات پر بخلوص کامل عمل کیا جائے اعمال حسنہ کا مدار عقائد کی صحت پر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایسے اعمال اختیار کئے جائیں جو کامل احتیاط کے ساتھ متحقق ومستند ہوں اس بات کو نہ دیکھا جائے کہ فقہا نے ان اعمال کے بارے میں اختلاف کیا ہے یا

متفق ہیں۔فقہا کا اختلاف رائے راستی پرمبنی ہے جواپنی اپنی تحقیق کی بنا پر واقع ہے۔

مذاہب اربعہ اہل سنت حق پر ہیں ان کی اتباع کی جائے جمود تقلید سے بصارت اندھی ہوتی ہے۔ چاروں کی پیروی جبکہ وہ حق پر ہیں ضروری ہے۔ جو بات اپنے اجتہاد اور اپنی دانست میں زیادہ مستند اور آسان معلوم ہو اسی کو اختیار کرنا چاہیئے۔ علم اصلاح عمل و دفع کسل کے لئے حاصل کرنا چاہیئے نہ کہ بحث وجدل اور امور دینیہ میں خلل ڈالنے کے لئے۔

تمام تر سیر وسلوک کا ماحصل یہ ہے کہ دل گرفتاریٔ ماسوا اللہ سے آزاد اور خاطر حضور اور شہود حق سے آباد ہو۔

نفس کی مخالفت سے معاملات روحانی میں تقویت ہوتی ہے اور نفس کی متابعت سے قوت روحانی میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔

ہوا و ہوس کا طوفان قلب میں ظلمت پیدا کرتا ہے اور حرص وطمع کا جوش سکون دلی کو پراگندہ کرتا ہے۔

بدباطن آدمی ہمیشہ لوگوں کے عیب تلاش کرتا ہے اور پاک باطن انسان اپنے ہی عیوب پر نظر رکھتا ہے۔

جوشخص ہمیشہ خوش وخرم رہنا چاہے ہر دردمند کی نہایت دریا دلی اور خندہ پیشانی سے ہر ممکن مدد کرے۔

ہر حال میں رجوع الی اللہ کے ساتھ صبر کرنا اور نہایت اخلاص سے شکر الٰہی ادا کرنا گمراہی سے بچاتا ہے۔

ضرویات زندگی کی تنگی سے انسان پریشان حال ہوتا ہے جو مسلمان مرد ہو یا

عورت روزانہ علی الصبح اپنے نام کے عدد کے مطابق آیۃً کریمہ؛

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ

پڑھے ہمیشہ معمول رکھے بفضلہٖ تعالیٰ تنگ حال نہ ہوگا۔

سالک کے لئے سلوک میں پہلا مرتبہ راہ شریعت ہے۔ شریعت کی صحیح شرائط کی پابندی کرنا چاہیئے ۔ جب اس معاملہ میں حتی الامکان کوشش کریگا اور ہمت بلند رکھے گا۔ تو شریعت کے ادا کرنے کی برکت سے اور بلند ہمتی کے ثمرہ سے طریقت اس پر ظاہر ہو جائیگی کہ جو دل کا راستہ ہے۔ جب حقوق طریقت ادا کرتا رہے گا اور حوصلہ عالی رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی آنکھ کے سامنے سے پردے اٹھادے گا اور حقیقت کے معنی اس پر ظاہر کر دیگا۔

شریعت سے مراد معاملات پر نگاہ رکھنا اور طریقت سے باطن کی صفائی کرنا ہے۔ یعنی بری عادتوں سے علیحدگی۔ مثلاً کپڑوں کو نجاست لگ جانے سے بچانا شریعت ہے اور دل کو کدورت بشریت سے بچانا طریقت ہے۔ یا قبلہ کی طرف رخ رکھنا شریعت ہے اور حضرت حق کی طرف دل کو متوجہ کرنا طریقت ہے اگر کوئی چاہے کہ طریقت کا دروازہ اس پر کھول دیا جائے اور حقیقت کا حق اسے دکھلایا جائے تو شریعت کا حق ادا کرے۔ اور امر و نہی کی حرمت اور پابندی کرے۔

شریعت سے مراد وہ امور دینی ہیں جب حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے واسطے اپنے پیغمبر ﷺ کی زبانِ مبارک سے مقرر فرمائے اس میں ایسے اعمال و اقوال و احکام ہیں جنکی پیروی سے امور دینی و دینوی کا انتظام ہوتا ہے۔ اور جن کی وجہ

سے کمالات حاصل ہوتے ہیں اس میں عام اور خاص سب شریک ہیں یہ مظہر فیض رحمانی ہے اور رحمت عام ہے۔

صالح وہ ہے جو سرِ مو رسول اکرم ﷺ کی متابعت سے فرق نہ کرے اور جو شخص جتنا زائد متبع ہوگا اس کا رتبہ اتنا ہی زائد بلند ہوگا کتنا ہی کوئی شخص عابد و زاہد اور متقی کیوں نہ ہو جب تک کہ اپنی خودی میں پھنسا ہوا ہے حق سے دور اور عبادت کی لذت سے محروم اور شریعت کی حقیقت جاننے سے معذور ہے۔ جو شخص حقیقت تک پہنچا وہ شریعت کو عین حقیقت جاننے لگا۔ یہ بات صرف بات چیت سے حاصل نہیں ہوتی نہ اس کی حقیقت گفتگو سے پہنچانی جا سکتی ہے بلکہ کشف سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جس کو چاہے کشف کرادے۔ شریعت کو بذریعہ کشف عین حقیقت جاننے کی علامت یہ ہے کہ کوئی گھڑی اور کوئی پل عبادت اور ریاضت اور مجاہدہ سے خالی نہ رہے اور سرِ مو شریعت سے قصداً تجاوز نہ کرے اور عبادت اور عبودیت میں عمر عزیز صرف کرے کہ مرضی سنت رسول ﷺ یہی ہے اور جو فقیر معرفت کا دعویٰ کرے اور ان امور سے خالی ہو وہ مدعی اور کذاب ہے۔

اگر کسی شخص سے ہزاروں خوارق عادات اور کرامات ظاہر ہوں۔ لیکن اس کا عمل احکام شریعت سے مطابق نہ ہو تو یہ سب خرق عادات اور کرامات مکر اور استدراج (خرقِ عادت جو کسی کافر سے ظاہر ہو) ہونگی اور ولایت اور کرامت میں ان کا شمار نہ ہوگا۔

طالب حق کو چاہیئے کہ طریقہ اہل سنت والجماعت پر رہ کر ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ جب طالب صادق عقائد کی صحت اور اعضاء کو گناہ سے بچانے اور قلب کو غرور

اور مکر اور خود بینی اور حسد اور کینہ اور طول امل (مہمل خیالات) اور کنجوسی وغیرہ ان تمام ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانے کے بعد اپنے ظاہر کو شریعت سے اور باطن کو حقائق توحید سے آراستہ کرے تو وہ ایسا کچھ دیکھے گا جو نہ بیان میں آ سکتا ہے اور نہ سمجھ میں۔

مُصنّفات ومُؤلّفات

صراط مستقیم اور اطمینانِ قلب۔ان دو کتابوں میں اسلامی طریقت کی صحیح تعلیمات مطابق کتاب وسنت ہیں۔

تحفۂ درویش اور الطافِ سبحانی۔ ان دو کتابوں میں طریقہ کے مخصوص معمولات ہیں۔

علم بیان اور مصارف طریقت۔ ان دو کتابوں میں ٹھوس علمی اور دقیق مضامین ہیں۔

جہاں نما اور علم وعرفان۔ان دو کتابوں میں ابتدائے آفرینش سے عالم آخر تک کی قرآنی معلومات ہیں۔

شرعتہ المتین اور منہاج المبین ۔ یہ دو کتابیں احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہیں۔ تمام ضروری مسائل اور احکام ہیں۔

یہ سب کتابیں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہیں اور اکثر متوسلین کے پاس موجود ہیں۔

شجرۂ طیّبہ

ناصر الدین محمد اسد الرحمٰن قدسی بن سیف الحق حافظ حبیب الرحمٰن بن شاہ نجف علی اشرف بن خواجہ احمد چشتی بن قاضی فخر الدین ایزد بن خواجہ شرف الدین الٰہی بن قطب الدین بن خواجہ محمد عاقل بن زین الدین خواجہ محمد چشتی بن علامہ رجل بن شیخ الاسلام ابی المکارم بن ابوالمحاسن بن شاہ ابوالفیض بن ابوالفضل بن عبدالباقی بن ابو المعالی بن ابوالواہب بن ابوالحیات بن محمد ناصر بن محمد ماہ بن شاہ محمد میر بن میر مسعود بن میر محمود بن ابی احمد بن میر داؤد بن ابی ابراہیم بن محمد اعراجی بن موسیٰ مبرقع بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی اسد اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

خاندانی حالات

حضرت شیخ الاسلام سیدنا ابو المکارم سبز واری رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور قطب الاقطاب حضرت عبدالقدوس قلندر گنگوہی علیہ الرحمتہ کے خاندان میں متاہل ہوئے۔ ان کی اولاد میں آگے چل کر برگزیدہ شخصیت حضرت شاہ نجف علی قلندر گنگوہی الرحمتہ پیدا ہوئے۔ آپ حضرت شاہ رفیع الدین قلندر محدث دہلویؒ علوم دینیہ میں شاگرد اور علوم باطنیہ میں خلیفہ و مجاز تھے۔ آپ کا عقد حضرت مولینا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کی حقیقی خواہر سے ہوا۔ جن کے بطن سے حضرت شاہ حبیب الرحمٰن قلندر علیہ الرحمتہ پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ اپنے ماموں سے حاصل کئے اور اپنے والد بزرگوار کی طرف سے طریقہ قلندریہ میں مختار و صاحبِ مجاز ہو کر دارالسلام بھوپال میں تشریف فرما ہوئے اور مدار المہام وزیر اعظم راست مولوی جمال الدین صاحب مرحوم کے نواسہ علامہ محمد اسحاق علیہ الرحمتہ کی دختر سے عقد کیا اور ان کے بطن سے حضرت ناصر الدین محمد اسد الرحمٰن قدسی قلندر زماں پیدا ہوئے۔

مدار المہام مولوی جمال الدین کے والد بزرگوار مولانا انصار نقشبندی مجددی ایک مشہور عالم تھے۔ کوتانہ میں درسِ حدیث اور لنگر جاری کیا تھا۔ مولوی جمال الدین اپنے والد کی درسگاہ سے فارغ ہو کر حصول سند کے لئے دارلعلوم میرٹھ میں داخل ہوئے اور شاہی دارالاقامہ میں مقیم ہوئے ایک برس قیام رہا دارالاقامہ کے سامنے

ایک چھوٹی سی دکان میں نہایت معمر بزرگ موچی کا پیشہ کرتے تھے۔ شکستہ جوتوں کی مرمت کا کام تھا۔ مولوی جمال الدین صاحب کا ایک برس کے قیام میں جوتا کچھ شکستہ ہوگیا تھا۔ ایک دن مولوی صاحب دکان کے سامنے سے گزرے تو معمر بزرگ موصوف نے آواز دیکر کہا میاں صاحبزادے جوتا درست کرالو ورنہ زیادہ شکستہ ہوجائیگا۔ مولوی صاحب نے اجرت پوچھی۔ فرمایا ایک ٹکا (دو پیسے) اجرت ہوگی۔ مولوی صاحب نے دونوں پاؤں کے جوتے بزرگ کے سامنے ڈال دئے اوران کے قریب بیٹھ گئے۔ بزرگ نے جوتے کی سلائی شروع کی اور کچھ آپ ہی آپ بولتے جاتے تھے جو مولوی صاحب سمجھ نہ سکے۔ دونوں جوتوں کی سلائی کرنے کے بعد چمڑے کے دو چھوٹے چھوٹے حرف "و" کاٹے جوتے مولوی صاحب کو دیکر چمڑے کے دونوں حرف "و" سامنے رکھ دیئے فرمایا ایک ولایت کا ہے اور ایک وزارت کا ہے۔ داہنی طرف والا ولایت کا ہے بائیں طرف والا وزارت کا ہے۔ اس میں سے جو جی چاہے ایک اٹھالو مولوی صاحب نے پوچھا۔ بابا صاحب ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ بابا صاحب نے کہا۔ مرتبۂ ولایت تک پہنچنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اپنی آمدنی کے خواہ روزانہ ہو یا ہفتہ وار ہو یا ماہانہ ہو پانچ حصے کرنا ہونگے۔ چار حصے نہایت درجہ صدق واخلاص کے ساتھ نفقہ کرنا ہونگے اور ایک حصہ میں اپنی ضرویات زندگی پوری کی جائینگی اگر اس ترتیب میں خفیف سی بھی کمی ہوئی یا نیت میں گراں معلوم ہوئی تو پھر مرتبۂ ولایت تک پہنچنے کا امکان نہیں۔ اور مرتبہ وزارت تک پہنچنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اپنی آمدنی خواہ روزانہ ہو یا ہفتہ وار ہو یا ماہانہ ہو پانچ حصے کرنا ہونگے۔ پہلے ایک حصہ نفقہ کرنا ہوگا اور چار حصے اپنی ضروریات میں خرچ ہونگے اگر اس ترتیب میں کمی

ہوئی یا نیت میں گراں گزری تو پھر مرتبۂ وزارت تک پہنچنے کا کوئی امکان نہیں۔ مولوی صاحب نے پھر پوچھا۔ بابا صاحب نفقہ کی تقسیم کس طرح ہوگی۔ بابا صاحب نے کہا نفقہ کے حقدار میں حقیقی ماں باپ۔ حقیقی بہن بھائی۔ خاندان کی بیوہ عورتیں خاندان کے یتیم بچے۔ خاندان کی معذور واپاہج افراد۔ ان میں سے جو بھی حاجتمند ہوا گران میں کوئی بھی موجود نہ ہو یا موجود ہو مگر حاجتمند نہ ہو تو نفقہ کے حقدار ہیں۔ نادار سائل اور مسکین مسافر مولوی صاحب نے وزارت والا "و" اٹھالیا۔ بابا صاحب نے کہا اس کو کپڑے میں سی کر بائیں بازو پر باندھ لینا۔ مولوی صاحب نے جوتوں کی مرمت کی اجرت کا ٹکہ پیش کیا اور سلام کر کے رخصت ہوئے اور اپنے مقام پر آ کر حسب ہدایت چمڑے کا "و" کپڑے میں سی کر باندھ لیا۔ چندروز کے بعد دستار بندی کا جلسہ ہوا مولوی صاحب بھی فارغ التحصیل ہوئے اور تصدیق سند کے لئے دارالافتا دہلی پہنچے۔ مفتی اعظم کے عہدہ پر مولوی صدرالدین مامور تھے۔ مفتی صاحب نے مولوی جمال الدین کی سندِ فراغت کی تصدیق کر کے مولوی صاحب سے کہا تمہارے والد مولانا انصار میرے ہم مکتب رہے ہیں اگر تم دارالافتا میں بحیثیت معاون میرے ساتھ کام کرو تو تمہارے مستقبل کے لئے بہتر ہوگا۔ مولوی صاحب نے بخوشی قبول کیا اور مفتی صاحب کے ساتھ درالافتا میں کام کرنے لگے اور ساری تفصیل سے اپنے والد کو مطلع کیا۔ مولانا انصار تفصیلات معلوم کر کے مطمئن ہوئے اور مفتی صاحب کو شکریہ کا خط لکھ کر درخواست کی کہ جمال الدین کو اگر اپنی فرزندی میں قبول فرمائیں تو میرے لئے باعثِ مسرت اور جمال الدین کے لئے موجب سعادت ہوگا۔ مفتی صاحب نے اپنی دختر کا عقد مولوی جمال الدین سے کر دیا۔ ایک برس کے بعد مولوی صاحب کو

قدرت نے ایک دختر عطا فرمائی پھر دو برس بعد ایک اور دختر عطا ہوئی۔ مولوی صاحب تین برس دہلی میں مقیم رہ کر مفتی صاحب کے ساتھ دارالافتا میں خدمت انجام دیتے رہے۔ اس وقت دہلی مرکز تھا علماء دین کا نواب سکندر بیگم فرمانروائے ریاست بھوپال کی طرف سے اطلاع موصول ہوتی کہ ایک مستند عالم کی ریاست میں ضرورت ہے۔ مفتی صاحب نے اپنے داماد مولوی جمال الدین کو تجویز کیا۔ سب علماء وقت نے اس انتخاب کو بہت پسند کیا۔ مولوی صاحب پہلے اپنے والدین سے ملنے کوتانہ گئے اور چند دن کے بعد مع متعلقین بھوپال روانہ ہو گئے۔

مدارالمہام مولوی جمال الدین متوطن کوتانہ ضلع میرٹھ جب ریاست بھوپال میں وزیر اعظم مقرر ہوئے تو ریاست کو دارالاسلام قرار دیکر دینی مدارس قائم کئے اور ہندوستان کے مشہور علماء کی خدمات حاصل کیں۔ ایک شعبہ ترجمان القرآن قائم کیا جس کے صدر علامہ خیر الدین مقرر ہوئے جو امیر عبدالرحمٰن خان والیٔ افغانستان کے اتالیق بھی رہے تھے۔ شعبۂ ترجمان القرآن نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ نہایت اہتمام سے شائع کیا۔ یہ پہلا ترجمہ تھا جو طبع ہوکر منظر عام پر آیا۔

مولوی جمال الدین مدارالمہام نے اپنی دختر کا عقد علامہ خیر الدین سے کردیا جن کے بطن سے علامہ محمد اسحاق پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی میں متعدد کتابیں لکھیں۔ پہلی کتاب فارسی قواعد میں اصول عجیبہ کے نام سے طبع ہوکر شائع ہوئی اور عرصہ تک مدارس میں داخل درس رہی۔ دوسری تالیف فارسی ادب میں چار سنجر نام طبع ہوکر اساتذہ میں بہت مقبول ہوئی۔ امیر عبدالرحمٰن خان والئی افغانستان نے اپنے سفیر کے توسط سے علامہ خیر الدین کو لکھا کہ برادرم محمد اسحاق کو کابل بھیج دیں۔ علامہ محمد

اسحاق کابل پہنچ کر شاہ افغانستان کے معتمد خاص مقرر ہوئے۔

اِدھر بھوپال میں علامہ خیرالدین نے وفات پائی۔ مدارالمہام مولوی جمال الدین نے اپنی بیوہ دختر کا نکاح اپنے میر منشی سیّد صدیق حسن سے کردیا جو ایک جیّد عالم تھے اور بعد نکاح میرٹھ والے باباصاحب کا عطیہ چمڑے کا "و" سید صاحب کو دے کر ہدایت کی اس کو اپنے بازو پر باندھ لو اسی مبارک چیز کی برکت سے مجھے وزارت نصیب ہوئی شرط یہ ہے کہ اپنی آمدنی کو پانچ حصہ کر کے ایک حصہ نفقہ کرتے رہنا۔اس کے خلاف کبھی نہ کرنا۔سید صاحب نے اسی دن بازو پر باندھ لیا۔

نواب شاہجہاں بیگم فرمانروائے بھوپال کے شوہر بھی وفات پا گئے تھے وہ بھی بیوہ ہوگئی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد بیگم موصوفہ نے مدارالمہام سے کہا مجھے بیٹی سمجھتے ہوئے میرے لئے کوئی مناسب شخص منتخب کریں مجھے شوہر کی ضرورت اور خواہش ہے۔ مدارالمہام نے کہا میرے داماد سید صدیق حسن سے بہتر شخص نہیں اسلام میں چار ازواج کی اجازت ہے۔اگر اس کو پسند کرلیا جائے تو امید اور یقین ہے نہایت موزوں ثابت ہوگا۔ بیگم موصوف نے قبول کیا اور نکاح ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک سید صاحب بحیثیت معتمد خاص کام کرتے رہے اسی اثنا میں مدارالمہام نے وفات پائی اور سید صاحب ان کی جگہ وزیراعظم قرار پائے اور بحیثیت شوہر فرمانروا نواب جاہ امیر الملک لقب تجویز ہوا۔بیگم موصوفہ نے مدارالمہام کی دختر اور سید صاحب کی زوجہ سے تاحیات مثل حقیقی بہن برتاؤ اور تعلق رکھا۔

نواب والا جاہ امیر الملک سید صدیق حسن خان علم وفضل میں اپنے وقت کے ممتاز افراد میں تھے۔ ہندوستان کے تمام علما وفضلا سے تعلقات تھے اپنی آمدنی کا

پانچواں حصہ اہل علم کی خدمت کے لئے مقرر کر کے زندگی بھر اس پر قائم رہے۔ تقریباً چارسو کتابیں تالیفات وتصنیفات ہیں چند سال بعد نواب سید حسن صدیق بھی وفات پا گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد بڑی زوجہ بھی فوت ہوگئیں۔ ادھر والی افغانستان امیر عبدالرحمٰن خاں نے سادات سبزواری کے خاندان میں علامہ محمد اسحاق کا عقد کر دیا تھا۔ چند سال کابل رہے۔ زار روس حکومت کو ایک قابل ترجمان کی ضرورت تھی۔ امیر افغانستان نے علامہ محمد اسحاق کو روس بھیج دیا۔ دو برس روس میں رہے۔ پھر سلطان عبدالحمید خان کی طلب پر ترکی چلے گئے۔ سلطان نے اپنا مصاحب خاص مقرر فرمایا ترکی زبان میں متعدد ادبی رسائل لکھے۔ نواب شاہجہان بیگم فرمانروائے ریاست بھوپال کی درخواست پر سلطان نے نہایت اعزاز کے ساتھ ایک مرصع ترکی تلوار اور خلعت دیکر بھوپال بھیج دیا۔ فرمانروائے بھوپال نے جاگیر و منصب سے سرفراز فرما کر میر بخشی کے عہدہ جلیلہ پر مقرر فرمایا اور شعبہ ترجمان القرآن کی صدارت بھی سپرد ہوئی۔ شعبہ میں تفسیر ابن جریر طبری کا ترجمہ اردو میں ہو رہا تھا۔ حضرت حبیب الرحمٰن قلندر گنگوہ سے بھوپال پہنچ کر مجلس ترجمان القرآن کے اراکین میں شامل ہوگئے تھے۔ ساتھ ہی رشد و ہدایت کا روحانی سلسلہ بھی جاری کر دیا تھا فیضان عام کی شہرت اطراف میں پھیلنے لگی۔ علامہ محمد اسحاق میر بخشی نے اپنی دختر کا عقد حضرت حبیب الرحمٰن گنگوہی سے کر دیا۔ عقد مناکحت کے بعد مدار المہام مرحوم کے محلات کے ایک قطعہ میں سکونت رکھی گئی۔

حضرت قلندر گنگوہی کے علم و فضل، زہد وتقویٰ اور کمالاتِ روحانی کا شہرہ دور دراز علاقوں تک پہنچا اور ملک کے مختلف گوشوں سے خلق اللہ حصول فیض و برکت کے

لئے آنے لگی۔ حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ نے جب اپنے حقیقی خواہر زادہ کے کمالات روحانی اور فیض عام کا تذکرہ سنا تو وہ تسبیح جس پر مدت العمر ورد فرمایا عنایت کی اور دعا خیر فرمائی۔

حضرت قطب العالم خواجہ الہٰ بخش تونسویؒ نے اپنے مرید خاص خزان خاں قندھاری کے ہاتھ کلاہ و مصلّٰے بھیجا۔ ہمیشہ تا حیات اسی مصلے پر نماز پڑھی اور جب تک احرام پوش نہیں ہوئے کلاہ مبارک زیب سر رہی۔

حضرت غوث العالم حاجی وارث علی شاہؒ نے دیوہ شریف سے اپنا احرام اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ آپ ہمیشہ احرام پوش ہی رہیں۔ جس دن احرام پہنچا حضرت نے غسل فرما کر زیب تن فرمایا اور مروجہ لباس ترک فرما دیا۔ پھر زندگی بھر احرام پوش ہی رہے۔ عطیہ احرام تین دن زیب تن رہا پھر بطور تبرک محفوظ کر کے ہدایت فرمائی کہ میری وفات پر شامل کفن کیا جائے۔

حضرت ممدوح کی اہلیہ محترمہ نے اپنے والد علامہ محمد اسحاق سے عربی قواعد سیکھے تھے اور قرآن مجید حفظ کیا تھا پھر قرآن مجید کا ترجمہ اپنی والدہ سے پڑھا جو علوم دینیہ پر کافی عبور رکھتی تھیں۔ سادات سبزواری کے خاندان سے تھیں وطن کابل اور زبان فارسی تھی اردو اور پشتو بولتی تھیں۔

جب متوسلین اور عقیدتمند کی کثرت ہوئی اور مرد اور عورت حلقۂ ارادت میں داخل ہونے لگے تو حاضر ہونے والی مستورات میں اہلیہ محترمہ نے درس ہدایت جاری کیا۔

خود کا معمول یہ تھا کہ بعد نماز فجر روزانہ ایک منزل تلاوت فرما کر ہفتہ میں

قرآن مجید ختم فرماتی تھیں۔ اگر مہمانوں کی کثرت اور کام کی زیادتی کے سبب کسی دن صبح منزل پوری نہ ہوسکی تو بعد نماز عشاء بقیہ منزل حفظ تلاوت فرماتی تھیں۔

ـــ

ـــ

ولادت باسعادت

ولادت کی مبارک رات میں ممدوحہ نے سورۂ یوسف تلاوت فرما کر آرام کیا تھا۔ عالم خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ صبح کا روشن ستارہ ٹوٹ کر آپ کی گود میں آ گیا ہے۔ بیدار ہونے پر اس خواب کی تعبیر کا آغاز ہوا۔ ولادت باسعادت کے بعد معلوم ہوگیا کہ مبارک خواب کی تعبیر یہی نوزائیدہ سعادت تھا جو سورۂ یوسف کی برکات سے حسن جمال میں یکتا تھا۔ والدہ ماجدہ نے پیار سے یوسف نام رکھا لقب ناصر الدین محمد۔ اسم ذاتی اسدالرحمٰن اور عرفیت شہزادہ قدسی قرار پائی۔

تاریخ ولادت ۱۲ رجب ۱۳۰۹ھ۔ روز دوشنبہ بوقت صبح صادق ولادت کے بعد عجیب واقعہ آپ سے ظاہر ہوا وہ یہ تھا کہ تولد ہونے کے وقت آپ ذرا بھی نہ روئے جیسا کہ عام طور پر نوع انسان کے بچے بچیاں روتے ہیں۔ اور پھر یہ سکوت کامل دوسال تک رہا۔ اس اثنا میں آپ کو ہر چند رلانے اور ہنسانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن آپ نہ ہنسے نہ روئے۔ تمام اہل خاندان کو یقین ہوگیا تھا کہ آپ نطق وسماعت سے محروم ہیں۔ پھر دفعتاً ۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ کو آپ کو زبان مبارک سے الامان والحفیظ کی صاف آواز بلند ہوئی۔ اس خرق عادت نے ایک ہل چل مچا دی۔ اس دن سے ہنسنا اور رونا اور بولنا شروع ہوگیا۔ اس دوسالہ مدت میں آپ پیر کے دن مطلق دودھ نہیں پیتے تھے۔ گویا روزہ ہوتا تھا۔ یہ مجاہدات شاقہ کی قبل از وقت خبر تھی جو آپ نے عالم شباب میں ادا فرمائے۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ وضو کرتے

اور جب وہ نماز پڑھتیں تو خود بھی نماز پڑھتے تھے۔جس وقت آپ چار سال کے تھے تو آپ کی والدہ محترمہ نے سنا سوتے میں آپ کچھ پڑھ رہے ہیں۔جب قریب کان لگایا تو سنا آپ پوری سورۂ رحمٰن شریف پڑھ رہے ہیں۔

آپ کی عمر پانچ برس کی تھی۔آپ کی والدہ محترمہ نے خواب دیکھا کہ آپ حضور نبی کریم ﷺ کو اول سے آخر تک قرآن کریم سنا رہے ہیں اور حضور سرور کائنات ﷺ نے خوش ہوکر آپ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ایک تھیلا عطا فرمایا جس میں اخروٹ کی طرح کے پھل بھرے ہوئے تھے۔

تعلیم وتربیت

عمر شریف کا چھٹا برس شروع ہوتے ہی کتابی تعلیم اور اس کے ساتھ روحانی تربیت والد بزگوار کے زیرِ نظر سات برس تک ہوتی رہی۔قرآن۔تفسیر۔حدیث۔فقہ کی تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت قبلہ گاہی والد بزگوار نے علوم متداولہ کی تکمیل کی غرض سے اپنے دوست حضرت سید جماعت علی شاہ نقشبندی علی پوری کی زیرِ نگرانی لاہور بھیج دیا۔پانچ برس لاہور میں مقیم رہ کر مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔

دوران قیام لاہور میں آپ وقت نکال کر روحانی مشاغل میں مہنمک رہتے تھے۔بزرگان دین۔اولیا اللہ اور علما سے ملتے رہتے تھے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر فیوض وبرکات کے حصول کے لئے بالالتزام تشریف لیجاتے تھے۔

ملتان، راولپنڈی، جموں وکشمیر، انبالہ اور دیگر شہروں میں بزرگان اور اکابر اولیا کے مزارات پر تشریف لیجایا کرتے تھے۔لاہور کے قیام کے دوران میں آپ نے اس قدر ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی کہ ہر مذہب وملت کے لوگ آپ کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔جدھر سے آپ گزرتے لوگ آپس میں کہتے کہ یہ نوجوان عجیب فرشتہ خصلت ہے۔

ایک بار آپ نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا سر پر لئے جارہی ہے اور کہہ رہی ہے۔اللہ اب تو میرے پاؤں نہیں اٹھتے آپ نے جلدی سے

اس کا گٹھا لے لیا اوراس کے گھر تک پہنچا آئے۔اسی طرح کے بے شمار ہمدردانہ واقعات ہوئے۔

کسی سڑک سے آپ گزر رہے تھے ایک بھنگی غلاظت کا بھرا ٹوکرا سر پر رکھے قریب سے گزرا اتفاقاً اسے ٹھوکر لگی وہ مع غلاظت بھرے ٹوکرے کے گرنے ہی والا تھا کہ آپ نے جھپٹ کراس کا غلاظت بھرا ٹوکرا سنبھالا اور بھنگی کو گرنے سے بچالیا بوڑھا بھنگی دعائیں دینے لگا راہگیر آپ کی اس ہمدردانہ حرکت سے حیرت زدہ ہوگئے۔

ایک مرتبہ آپ کا گزر بازار میں ہوا دیکھا ایک شِیر فروش کی دوکان کے سامنے کچھ لوگ جمع ہیں دوکاندار ایک لڑے کا گریبان پکڑے سخت غصہ کا اظہار کررہا ہے اورلڑکا نہایت افسردہ خاموش کھڑا ہے آپ کے دریافت کرنے پر دوکاندار نے جو آپ سے واقف تھا کہا یہ میری دوکان سے دودھ دہی لسی ادھار لیتا رہااورادائے رقم کا وعدہ کرتا رہا اب دو ماہ سے زائد گزرے برابر ٹال مٹول کررہا ہے آپ نے کہا بھائی جان یہ ایک غریب طالب علم ہے مدرسہ نعمانیہ میں پڑھتا ہے کسی متوقع امداد کے بھروسہ پر تمہاری دوکان سے اادھار سودا لیا متوقع امداد نہ مل سکی ہوگی اس لئے ادائے قرض سے قاصر رہا میں اسے جانتا ہوں یہ نادار طالب علم ہے اگر معاف کردو تو اجرعظیم ہوگا معاف نہ کرسکو تو مزید مہلت دواوراگراس غریب کو ذلیل ہی کرنا چاہو تو میں حاضر ہوں مجھ پر اپنا غصہ اتار لو یا اگر قبول کرو تو تمہارے مطالبہ کی رقم میں ادا کردوں دوکاندار آپ کی تقریر سے متاثر ہوا طالب علم کو چھوڑ دیا اور ادھار کی رقم معاف کردی آپ نے ہاتھ اٹھا کر خیر و برکت کی دعا کی جو لوگ وہاں جمع تھے بہت خوش ہوئے۔

یہ واقعات اور اسی طرح کی بہت باتیں ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب سے معلوم ہوئیں جو آپ کے قیام لاہور کے زمانے میں بھوپال سے بغرض تعلیم لاہور آئے تھے اور آپ سے اکثر ملتے رہتے تھے۔

مجاہدات

تعلیمات سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ والد بزرگوار نے ۲۲ ذلحجہ ۱۳۳۱ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

رحلت سے دو ہفتہ قبل ۹ ذلحجہ کو آخری روزہ افطار فرما کر بعد نماز مغرب تسبیح، مصلےٰ، کلاہ اور خصوصی معمولات واوراد کا قلمی مجموعہ حوالہ کر کے ارشاد فرمایا۔

مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ تم کو اپنا جانشین مقرر کروں۔ میری وفات کے بعد بارہ برس تک مجاہدات میں مشغول رہنا۔ کتاب وسنت کے خلاف کوئی عمل اختیار نہ کرنا۔ پہلا چلہ حضرت یٰسین شاہ قلندر علیہ الرحمتہ کی پہاڑی پر ادا کرنا۔ جب تم چار برس کے تھے قلندر موصوف خلاف معمول پہاڑی سے اتر کر یہاں تشریف لائے تھے اور تم کو گود میں لیکر اپنی کلاہ تمہارے سر پر رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ بچہ قلندر زماں ہے۔

دوسرے دن نماز عید وقربانی سے فارغ ہو کر متوسلین کے مجمع میں جو عید مبارک کے لئے حاضر ہوئے تھے فرمایا کہ اسدالرحمٰن قدسی کو میں نے بموجب ہدایت اپنا جانشین قرار دیا ہے سب متوسلین وابستہ رہیں۔

۲۷ ذلحجہ کو بارہ قلندر گلیم پوش جو غیر معروف اور اجنبی تھے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے بغرض تعزیت وفاتحہ خوانی وارد ہوئے اور بعد ایصال ثواب دست بوس ہو کر مبارک باد بلند آواز سے کہا اور دعاء خیر کہتے ہوئے واپس چلے گئے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا اب تم اپنے والد کی ہدایت کے بموجب حضرت یٰسین شاہ قلندر علیہ الرحمتہ کی پہاڑی پر چلہ

کش ہو جاؤ۔ سادہ لباس اور فقیری وضع اختیار کرو۔ حسب الحکم والدہ ماجدہ سادہ کپڑے پہن کر ایک سادہ جوڑا، ایک چادر، قرآن مجید، جانماز، اور ایک بڑا کوزہ کچھ خرما اور جو کا ستو ساتھ لیکر روانہ ہو گئے۔ روانگی کے وقت والدہ ماجدہ نے پیشانی چومی اور گلے لگا کر دعاء خیر کی اور فرمایا کہ چالیس دن مسلسل روزہ رکھنا دن میں تلاوت قرآن مجید کرنا ایک منزل روز پڑھنا اور شب بیدار رہ کر نوافل پڑھنا۔ چالیس دن پورے کر کے واپس آ جانا۔

بھوپال شہر سے تین میل فاصلہ پر ایک بہت بلند پہاڑ ہے۔ اسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک بڑی چٹان کے دامن میں حضرت یٰسین شاہ قلندر علیہ الرحمتہ کا مسکن تھا چالیس برس اسی مقام پر قلندر موصوف خلوت گزیں رہے تھے۔ حضرت قدسی نے بھی اسی چٹان کے دامن میں چالیس دن پورے کئے۔ چند قدم کے فاصلہ پر پانی کا قدرتی چشمہ تھا جو بہت گہرے غار میں واقع تھا۔ غار کے دہانہ سے قریب ہی قلندر موصوف کی قبر ہے۔ عمیق غار سے پانی لانا بہت مشکل تھا۔ آب رسانی کے سلسلہ میں جو حالات پیش آئے کتاب سرگزشت میں قلمبند ہو کر محفوظ ہیں۔

نہایت استقلال اور بلند حوصلگی سے بفضلہٖ تعالیٰ چالیس دن پورے کر کے مع الخیر واپس ہوئے۔ والدہ ماجدہ اپنے لخت جگر کی جواں مردانہ ہمت اور ثبات قدمی سے بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ اب آبادی سے دور کسی ویران مسجد میں خلوت گزیں ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاؤ۔ جب تک میں زندہ ہوں سکون خاطر سے مجاہدات کی تکمیل کرتے رہو۔ میری وفات کے بعد سیاحت اختیار کرنا اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہر مقام کے مشائخ عظام اور علما اکرام کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب

فیض کرنا اور جو تم سے حصول فیض کا طالب ہو اس کی دستگیری کرنا۔

شہری آبادی سے بہت دور ایک شاہی باغ جو فرحت افزا کے نام سے موسوم تھا اور جس میں ایک مسجد بھی غیر آباد تھی منتخب فرمایا۔ مسجد کے چاروں گوشوں میں حجرے تھے صحن بہت کشادہ تھا۔ عام طور سے مشہور تھا کہ باغ فرحت افزا کی مسجد میں جنات ہیں۔ اسی خوف کے سبب مسجد ویران تھی۔ مسجد کے شمال مغربی گوشہ کے حجرہ کو اپنا مسکن بنالیا۔ والدہ ماجدہ نے دو خادم متعین کر دیئے جو روزانہ شام کو افطاری کا انتظام کر کے واپس چلے جاتے حضرت اپنی والدہ ماجدہ سے اور اپنے نانا علامہ محمد اسحاق میر بخشی سے ملنے جو بقید حیات تھے ہر ہفتہ شہر میں آتے جاتے رہے۔ اسی خلوت گزینی کے زمانے میں والدہ ماجدہ کی اجازت سے دو مرتبہ سفر بھی کرنا پڑا۔

حضرت لسان العصر اکبر الہ آبادی نے کسی تقریب میں حضرت کو مدعو کیا اور بہت اصرار سے اشتیاق ملاقات ظاہر کیا۔ حضرت کے والد بزگوار علیہ الرحمتہ سے اکبر الہ آبادی عقیدتمندانہ تعلق رکھتے تھے اسی تعلق کی بنا پر والدہ ماجدہ نے حضرت کو الہ آباد جانے کی اجازت دی اور ہدایت فرمائی کہ روزہ وشب بیداری اور افطار میں خرمایا تازہ پھل معمول رکھنا۔ دس دن عشرت منزل الہ آباد میں مہمان رہے۔ معمول میں فرق نہ آنے دیا دس دن قیام میں بہت لوگوں نے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ علامہ شبلی، ابوالکلام آزاد، نوح ناروی اور خواجہ حسن نظامی حضرت کی مجاہدانہ زندگی سے بہت متاثر ہوئے۔ یہ سب حضرات تقریب میں مدعو تھے۔

دوسرا سفر دہلی کا ہوا۔ حضرت نظام الدین سلطان الاولیاؒ کے عرس کے موقعہ پر خواجہ حسن نظامی صاحب نے دعوت شرکت دی اور لکھا کہ حضرت شیخ المشائخ شاہ محمد

سلیمان پھلواری بھی شریک عرس ہور ہے ہیں حضرت نے والدہ ماجدہ سے اجازت مانگی۔ممدوحہ نے اجازت دیکر ہدایت فرمائی کہ روزہ وشب بیداری اور افطار کے معمولی میں فرق نہ آئے۔دہلی میں بھی دس دن قیام فرمایا۔اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔ یہاں بھی بہت لوگ ملاقات سے مشرف ہوئے۔مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، ڈاکٹر انصاری حضرت کی عمر اور قلندرانہ مسلک سے سخت حیران ہوئے۔ دہلی سے آ کر پھر تا حیات والدہ ماجدہ کوئی سفر نہیں کیا اور مسجد باغ فرحت افزا میں خلوت گزیں رہے۔ عام طور سے متوسلین اور احباب کو باغ میں آنے کی ممانعت فرمادی تھی تا کہ معمولات میں حرج نہ ہو۔ ہر ہفتہ جب والدہ ماجدہ اور نانا سے ملنے شہر میں آتے مکان پر لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تھا۔بعض اہل علم اور اصحاب مکاشفہ دور دراز علاقوں سے بھی بغرض زیارت وحصول فیض و برکت آتے تھے۔ان حضرات کو باغ آنے کی اجازت تھی۔بعض روشن ضمیر بزرگوں کو حضرت کے متعلق بشارت بھی ہوئی۔

ریاست حیدر آباد کے گوشہ میں صوفی قاری ولایت علی شاہ قادری بیابانی کو عالم رویا میں بشارت ہوئی کہ ایک آفتاب اپنی ضیاباریوں سے فضا کو منور اور قلب کو مسخر کر رہا ہے۔آنکھ کھلی اور فکر ہوئی کہ وہ آفتاب کون اور کہاں ہے اسی خیال کے دوران میں دوبارہ غنودگی ہوگئی آپ نے خود کو ایک سرسبز باغ میں پایا۔جس میں ایک قصر عظیم چمن کی عظمت وجلالت بڑھا رہا تھا۔

قصر کا دروازہ مرصع اور مرتفع تھا اور اس کے بالائی حصہ پر ایک نوجوان کھڑا تھا جس کا چہرہ انتہائی نورانی شکل بے انتہا حسین تھی۔ ہاتھ میں ایک بڑا سا کاغذ تھا۔ دروازہ کے سامنے میدان میں ہزارہا آدمی جمع تھے اور مقدس نوجوان اس کاغذ کے

چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے مجمع کی طرف اڑا رہا تھا۔ مجمع کا ہر فرد فرط اشتیاق سے ان پرزوں کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا اور جس کو کوئی پرزہ مل جاتا وہ شاد کام ہو کر قصر میں داخل ہو جاتا۔

صاحب رویا بیان کرتے ہیں کہ میں بھی مجمع میں شریک ہو کر پرچہ حاصل کرنے کی سعی کرنے لگا۔ یکایک ایک پرچہ مجھے بھی دستیاب ہو گیا اور میں دروازہ کی طرف چلا۔ جس وقت قصر میں داخل ہونے لگا تو ایک سفید پوش شخص نے اجازت کا پرچہ طلب کیا اور میں نے وہی پرچہ پیش کر دیا۔ پرچہ دکھا کر میں قصر میں داخل ہو گیا۔ پرچہ میں لکھا تھا۔

قلندر زمان ناصر الدین محمد اسد الرحمٰن قدسی

میں نے قصر میں جا کر دیکھا کہ نہ باغ ہے نہ کوئی عمارت۔ ایک وسیع اور عریض میدان ہے اور آفتاب اپنے پورے جلال اور دل کشی کی ساتھ منظر افروز ہے جو لوگ مجھ سے پہلے داخل ہو چکے تھے جمال آفتاب کا نظارہ کر رہے تھے۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ آفتاب ولایت ہے اور مطلع بھوپال پر طلوع ہوا ہے۔ آنکھ کھل گئی قلب کی کچھ عجیب حالت تھی۔ میں اسی دن بھوپال روانہ ہو گیا اور اس مہر ولایت کی جستجو شروع کر دی۔ ورود بھوپال کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ ابو احمد صاحب نقشبندی مجدی کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب عرض کیا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر ارشاد فرمایا کہ اس مہر عالمتاب کو محلات مدار المہام مرحوم میں محمد اسحاق جاگیر دار صاحب کے دولت کدے پر تلاش کرو۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا دیکھا جاگیر دار صاحب کمرے

میں رونق افروز ہیں۔ چند عرب، ترک اور موصوف گفتگو کررہے ہیں اور قہوہ نوشی ہورہی ہے۔ میرے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئے اور میں نے اپنے مقصودِ جستجو کی نسبت دریافت کیا فرمایا کہ وہ میرے نواسے ہیں اور ابھی مجھ سے ملکر سامنے والے مکان میں گئے ہیں اگر ہونگے تو ملاقات ہوجائے گی اگر یہاں نہ ملے تو باغ فرحت افزا کی مسجد میں ملینگے وہیں ان کا مستقل قیام ہے۔

میں مسرور ہوگیا اور بتائے ہوئے مکان پر دستک دی۔ ایک سادہ وضع نوجوان باہر نکلا۔ نظر ملتے ہی میں عالم تحیر میں رہ گیا۔ بار بار مجھ سے سوال ہوتا تھا کہ آپ کون ہیں اور کس کی جستجو ہے۔ لیکن میں محوِ حیرت تھا اور ان سوالات کا جواب اپنی حیران نگاہوں سے دے رہا تھا۔ یہ نوجوان وہی تھا جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں بے تابانہ قدموں میں گر پڑا۔ اس نیر برجِ ولایت نے مجھے سنبھالا۔ جب حواس درست ہوئے تو میں نے دست بوسی کی۔ ارشاد ہوا آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟ میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ خواب سن کر نورانی چہرہ زرد پڑ گیا۔ چند منٹ خاموش رہے اس کے بعد ممدوح مہربانی کے ساتھ مجھے اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔

قیام گاہ پر سریر آرائے مسند ولایت کا اثاث البیت کیا تھا ایک پرانا بوریا جس کے سرہانے دوا اینٹیں رکھی تھی۔ ایک کمبل ایک پانی کا گھڑا اور ایک مٹی کا لوٹا۔

ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے اور آپنے نماز باجماعت ادا فرمائی اور بکمال نوازش مجھ سے گفتگو فرماتے رہے۔ دورانِ گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ میرے دو رفیق حاجی یوسف خاں اور محمد یوسف روزانہ شام کو آتے ہیں اور میری ضروریات پوری

کر جاتے ہیں۔

میں حیران تھا کہ یہ عمر اور یہ توکل ومجاہدہ۔ شام تک حضرت کی خدمت میں حاضر رہا۔ مغرب کے قریب وہی دونوں حضرات کچھ خرمے اور چائے لیکر حاضر ہوئے۔ حضرت نے روزہ افطار فرما کر چائے نوش فرمائی اور ہم لوگوں کو رخصت کر دیا۔ راستے میں مجھے ہمراہیوں سے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم اکثر راتیں عبادت الٰہی میں کھڑے کھڑے گزار دیتے ہیں اور ہمیشہ پائے اقدس اور آنکھوں کو متورم دیکھا گیا ہے۔ دوسرے روز صبح آٹھ بجے کے قریب میں پھر حاضر ہوا۔ حضرت اقدس آرام فرما رہے تھے۔ میں نے قدم بوسی حاصل کی اور آہستہ آہستہ تلوے سہلانے لگا۔ پائے مبارک کو متورم دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ چند منٹ کے بعد آپ بیدار ہوئے اور مجھ سے مزاج پرسی فرمائی نماز ظہر تک حاضر خدمت رہا۔ گفتگو کیا تھی حقائق اور معارف کا ایک دفتر تھا۔ ظہر کے بعد حضرت کی اجازت سے کچھ سامان لینے شہر آ گیا اور پھر فوراً ہی حضوری میں واپس ہو گیا۔ قریب مغرب وہی دونوں حضرات چائے اور خرمے لیکر حاضر ہوئے۔ افطار کے بعد ہم لوگ شہر واپس آ گئے اور حضرت بدستور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔

میں روزانہ حاضر خدمت ہوتا رہا۔ حضرت کے معمولات میں کبھی کوئی فرق نہیں دیکھا۔ وہی شب بیداری اور وہی روزہ۔ ایک ہفتہ کے بعد میں نے رخصت کی استدعا کی۔ بکمال شفقت پیرہن مبارک مجھے عطا فرمایا گیا اور میں زار وقطار واپس روانہ ہوا۔

مسجد باغ فرحت افزا میں تقریباً تین برس قیام فرمایا۔ ۱۲ ربیع الاول

۱۳۳۵ھ میں والدہ محترمہ نے رحلت فرمائی۔ باغ کا قیام ترک کر کے شہر میں مکان پر چند ماہ مقیم رہے۔ اس عرصہ میں بہت سے لوگ فیوض و برکات سے شرف اندوز ہوئے۔

میری حاضری اور بیعت کا عجیب واقعہ ہوا۔ روزنامہ تاج جبل پور میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے معیت کام کرتا تھا۔ کسی ضرورت سے بھوپال گیا۔ خواجہ حسن نظامی صاحب سے دہلی میں بہت تعریف سنی تھی۔ ایک دن صبح ارادہ ہوا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس اثنا میں ایک صاحب سید ابراہیم علمی صاحب محکمہ ٹیلیفون ریاست بھوپال میں ملازم تھے آئے اور کہا۔ حضرت قدسی صاحب نے دعائے خیر کہی ہے اور فرمایا ہے منتظر ہوں۔ میں متعجب اور حیرت زدہ رہا۔ پھر ان کے ساتھ حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ میرا تصور تھا کہ عمر رسیدہ دراز ریش بزرگ ہوں گے لیکن وہاں پہنچا تو دیکھا کہ پرکشش نوجوان قالین پر فروکش ہیں اور تمام حاضرین مؤدب اور خاموش بیٹھے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ متبسم ہوکر جواب سلام کا دیا اور نہایت چمکدار سیاہ بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھ کر فرمایا۔

لائے اس بت کو التجا کر کے۔۔۔ کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

میں نے بلا پس و پیش بیعت کی۔ بے شک مکاشفات اور کرامات اولیا اللہ برحق ہیں۔

حضرت اقدس اپنے متوسلین اور حلقہ بگوشوں کی روحانی اور باطنی تعلیم و تلقین کے ساتھ ساتھ ظاہری اصلاح بھی فرماتے رہے چنانچہ بہت سی رسوم جو خلاف سنت رائج تھیں اپنے وابستگان سے ترک کرا دیں۔

آپ کی زندگی کا یہ ایک زریں کارنامہ ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں علاوہ انسداد رسوم غیر شرعی آپس میں اتحادی روح دوڑادی اور وَ اعْتَصِمُوْ ا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً کی موعظت سے اپنے تمام سلسلے کو متاثر کردیا۔ آپ کی زندگی کا دوسرا بزرگ ترین کارنامہ یہ بھی ہے آپ نے اصل طریقت اسلامیہ کو جب بہت سے مذاہب و مشارب کا صدیوں سے مجموعہ تھی اس طرح علیحدہ کرلیا ہے جیسے ایک ماہر فن ست کٹ دھات سے سونا الگ نکال لیتا ہے۔

آپ نے وہ تمام عقائد جو براہمہ واشراقین سے لئے گئے تھے اور وہ تمام اعمال جو یوگ اور رہبانیت سے ملحق تھے خارج کردئے اور کامل تحقیق کے ساتھ عملی حیثیت سے کھرے کھوٹے کو پرکھ دیا۔ آپ نے اپنے آپ کو ایک نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور دکھایا ہے کہ حقیقتاً درویشی کی صحیح تعریف کیا ہے اور کس طرح ایک شخص دنیا میں رہ کر تارک الدنیا ہو سکتا ہے۔

ــ

ــ

سیاحت

اوائل ماہ مبارک شوال ۱۳۳۵ھ میں دہلی سے حضرت خواجہ حسن نظامی کا خط موصول ہوا جس میں عید مبارک کے ساتھ دہلی آنے کی دعوت تھی۔ چند روز سے خود بھی سیر و سیاحت کا قصد فرمارہے تھے۔عید کے دن جب متوسلین اعزا و احباب ملنے آئے تو فرمایا کہ اب میرا ارادہ طولانی عرصہ تک سفر میں رہنے کا ہے کیونکہ والدہ ماجدہ مرحومہ نے مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد مشہور اولیا اللہ کے مزارات پر حاضر ہونا اور جہاں روحانی کشش محسوس ہو جب تک دل چاہے قیام کرنا مشہور اور غیر مشہور فقرا و مشائخ اور علما صلحا سے ملاقات کر کے فیض و برکت حاصل کرنا۔

۱۲ شوال کو بھوپال سے روانگی ہوئی۔ ریلوے اسٹیشن پر بہت سے لوگوں کا ہجوم تھا۔سب کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ دہلی میں خواجہ صاحب موصوف کے مہمان رہے۔ درگاہ حضرت سلطان الاولیا نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ پر مسلسل پانچ چلّے پورے کئے۔ روزہ وشب بیداری اور افطار میں خرما کھجور اور تازہ پھل معمول رہا۔ پانچ چلّے پورے کر کے دہلی کے تمام مزارات اولیاء اللہ پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی اور گنگوہ شریف روانہ ہوگئے۔ پانچ چلّے درگاہ حضرت قطب الاقطاب عبدالقدوس رحمتہ اللہ پر پورے کر کے پیران کلیر شریف میں حضرت مخدوم علاء الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ میں دو چلّے پورے کئے پیران کلیر سے روانہ ہو کر پانی پت میں درگاہ شرف

الدین بوعلی قلندر پرایک چلّہ پورا کیا۔ پانی پت سے اجمیر شریف پہنچ کر درگاہ حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ پر تین چلّے پورے کیۓ دو چلّے اجمیر کی پہاڑی پر مسجد میں پورے کیۓ۔ ان چلّوں میں جو مشاہدات و مکاشفات ہوۓ سرگزشت میں قلمبند ہو کر محفوظ ہیں۔

اجمیر شریف سے عام سفر شروع ہوا۔ سارے ہندوستان اور ملحقہ جزائر جہاں جہاں بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے مزارات ہیں بغرض فاتحہ خوانی و ایصال ثواب حاضر ہوۓ بعض درگاہوں پر دو تین دن ٹھہرے۔ بے شمار فقرا۔ صلحا۔ علما اور باکمال اصحاب سے ملاقات کی۔ بعض صاحب سلسلہ بزرگوں نے اپنے اپنے سلسلہ کی اجازت دی اور اپنے طریقہ کے خصوصی معمولات بھی عنایت فرمائے۔ اکثر صاحب حال فقرا نے اپنے صدری اسرار سے مستفیض فرمایا۔ بعض کاملین نے عجیب و غریب اعمال بخشے۔ ساتھ ہی ساتھ ہر مقام پر اہل ذوق افراد حلقہ بگوش بھی ہوتے رہے۔ اس تمام سفر میں روزہ شب بیداری اور افطا کے معمول میں فرق نہ آنے دیا۔ کھجور یا خرما۔ کوئی تازہ پھل۔ کھجّی جو کا ستو اور اکثر دو پیالی چاۓ پر اکتفا رہی۔ آخری چلّہ بمبئ کے قریب کوہِ ملنگر پر حضرت حاجی بابا ملنگ رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ میں پورا کر کے بھوپال کی طرف مراجعت فرمائی۔

دلچسپ حالتِ سفر اور نہایت مفید و اہم معلومات سیاحتِ فقیر میں جمع ہیں۔

جشنِ مسرّت اور سجّادہ نشینی

الحمد للہ کہ مجاہدات و ریاضت شاقہ کی دوازدہ سالہ مدت حسب الحکم والد بزرگوار علیہ الرحمتہ جو مرشدِ طریقت بھی تھے مع الخیر بفضلہٖ تعالیٰ پوری ہوئی۔ اعزاو متوسلین نے بڑا جشن منایا۔ ۱۲ ارجب ۱۳۴۳ھ کو جو حضرت کا یوم پیدائش بھی ہے سب نے جمع ہو کر بڑے اہتمام سے رسم سجادہ نشینی ادا کی۔ حضرت اپنے والدؒ کے جانشین قرار پائے۔ اس مبارک تقریب کی خبر جب ہر طرف پھیلی مبارکباد کے بے شمار خطوط موصول ہوئے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی محدث تھانوی نے اپنے جملہ سلاسل کی اجازت کے ساتھ ولی الاشرف خطاب بکمال شفقت ارسال فرمایا۔ حضرت شیخ المشائخ شاہ محمد سلیمان قلندر پھلواری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ان تمام سلسلوں میں جو ان کو پہنچے اور ان سب اعمال و اشغال کی جو ان کو حاصل تھے اجازت دے کر خطاب حبیب الاولیا عنایت فرمایا۔ اور بھی بعض عالی مقام بزرگوں نے مختلف القاب اور تحائف سے نوازا۔ حضرت نانا صاحب علیہ الرحمتہ وفات پا چکے تھے۔ حضرت نے شہر کی سکونت ترک کرنے اور کسی پرسکون و خاموش مقام میں اپنا مسکن بنانے کا منشا ظاہر فرمایا۔ نواب فخر الملک محمد سعید الظفر خاں اور نواب یمین الملک محمد رشید الظفر خاں جو حلقۂ مریدین میں داخل ہو چکے تھے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک باغ جو ثمرستان کے نام سے موسوم شہر سے چار میل کے فاصلہ پر دامن کہسار میں نہایت پر

سکون و پرفضا مقام ہے۔ باغ میں وسیع وعریض پختہ بنگلہ ہے اگر حضرت وہاں رونق افروز ہوں تو ہماری خوش نصیبی ہوگی۔حضرت نے اس نہایت مخلصانہ اورعقیدتمندانہ پیشکش کو قبول فرمایا اور وہاں منتقل ہوگئے۔ باغ بہت بڑے رقبہ میں پھیلا ہوا تھا۔ پھلوں اور پھولوں کی قطاروں میں سبز ترکاریوں کی کاشت بھی تھی۔ بنگلہ کے گرد بہت کشادہ میدان تھے۔آب رسانی کے لئے ایک پہاڑی نالہ پر پختہ سنگین بند سے پانی روکا گیا تھا۔حضرت نے بنگلہ سے چند قدم کے فاصلہ پر نہایت شاندار خوشنما مسجد تعمیر کرائی۔مسجد سے متصل بہت بڑا مہمان خانہ اور مطبخ تعمیر کرایا۔میدان کے ایک حصہ میں خادموں کا مکان اور موٹر گیرج تعمیر کرائے۔مہمانوں اور خادموں کی شہر میں آمدورفت کے لئے شاہی خاندان کی جانب سے دو موٹر کاریں متعین کی گئیں تھی۔ ایک موٹر کار حضرت کی ذاتی تھی روشنی کے لئے امریکہ سے ایک ونڈ چارجر منگا کر نصب کیا گیا تھا۔جس سے برقی روشنی ہوتی تھی۔ باغ کے مزدوروں کی رہائش کے لئے ایک علیحدہ مکان تھا جس کے ساتھ ہی اصطبل۔مویشی خانہ اور مرغی خانہ تھا۔مسجد میں امام ومؤذن دو ذی علم ترک مہاجر مقرر فرمائے۔انقلاب روس کے زمانہ میں جو ترک ہندوستان آ کر مختلف علاقوں میں آباد ہوئے تھے ان میں سے چند اہل علم بھوپال میں بھی آ گئے تھے۔مسجد کی مرمریں لوح پر جلی حروف میں مسجد قدسی کندہ کیا گیا اور اس مقام کو آستانہ قدسی کے نام سے موسوم کیا گیا۔

آستانہ سے ایک میل فاصلہ پر موضع پیم پورہ میں ساٹھ ایکڑ رقبہ حاصل کر کے ایگریکلچر فارم قائم فرمایا، فارم کا نگراں عبداللہ خان ماہر زراعت کو مقرر فرمایا اور ایک گھوڑا عنایتاً خان صاحب کو عطا فرمایا۔پیم پورہ سے متصل موضع کوٹرا میں

ایک بہت بڑی چراگاہ حاصل کی گئی۔ ریاست راجگڑھ مالوہ سے اچھی نسل کے بارہ بیل منگائے گئے اور فارم میں اراضی کو قطعات کی صورت میں تقسیم کیا گیا۔ آٹھ ایکڑ کے قطعہ میں ندی کے کنارے نہایت وسیع خوشنما بنگلہ تعمیر کرایا ندی پر دس ہارس پاور کا انجن نصب کیا گیا بنگلے کے گرد پھولوں کی اور سبز ترکاریوں کی کیاریاں نہایت قرینہ سے آراستہ کی گئیں۔ بارہ ایکڑ کے قطعہ میں ہمہ قسم کے پھلدار درخت لگائے گئے وسط میں پختہ سنگیں کنواں تعمیر ہوا۔ تیس ایکڑ کے قطعہ کو اجناس کی مختلف اقسام کی کاشت کے لئے مخصوص کیا گیا۔ ایک گوشہ میں بیلوں اور ملازموں کا مکان تعمیر ہوا اور ایک بڑا کوٹھا آلات کشاورزی اور ذخیرہ اجناس کے لئے تعمیر ہوا۔ ندی کے کنارے دس ایکڑ کا قطعہ مضبوط باڑ سے محفوظ کر کے بھیڑیں بکریں ہرن چکارے چھوڑے گئے۔

آستانہ میں بھی بہت جانور جمع ہو گئے۔ نواب فخر الملک سعید الظفر خان نے شیر کا بچہ پیش کیا۔ صوفی عبدالحمید جبلپوری جاپان کا سفید طوطا بہت بولنے والا ایک بڑے پنجرے میں لائے۔ نواب سطان جہاں بیگم صاحبہ فرمانروائے بھوپال نے ایک نہایت حسین بلی ایک طاؤس ایک سارس اور رقاص کبوتر کے دو جوڑے بھیجے۔ نواب صاحب خیر پور سندھ نے دو سرخ رنگ کی سندھی گائیں اور دو شکاری کتے بھیجے، موصوف اپنی ولیعہدی کے زمانے میں عرصہ تک بھوپال میں قیام فرمارہ چکے تھے۔ نواب ابراہیم علی خان صاحب والی ریاست ٹونک نے راجپوتانہ کا ایک اونٹ اور دو بھینسیں بھیجیں۔ نواب عبدالحفیظ خان ولیعہد ریاست ٹونک نے نہایت حسین اصیل مرغ اور اچھی نسل کی مرغیاں، خوبصورت بطخیں اور ایک زبردست مینڈھا بھیجا۔ یمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد مدار المہام حیدر آباد نے دو گائیں دکنی اور ایک دکنی گھوڑی

بھیجی۔ حضرت قبلہ سجادہ نشین درگاہ معلیٰ اجمیر شریف نے ایک جوڑا سفید خرگوش چار جوڑے بہت خوبصورت شیرازی کبوتر مختلف نسل کی دس مرغیاں اور ایک نہایت حسین سیاہ مرغ بھیجے۔

ان کے سوا مختلف قسم کے بیشمار تحائف اطراف عالم سے موصول آستانہ ہوئے۔

علالت

مسلسل سفر اور ترک غذا نے تندرستی پر اثر ڈالا۔ قوائے جسمانی میں ضعف پیدا ہوا اور طبیعت پژمردہ رہنے لگی۔ بھوپال کے مشہور طبیب فخر الاطبا حکیم سید سلطان محمود صاحب طبیب خاص قرار پائے اور ان کے مشورہ سے غذا اور ورزش کا آغاز ہوا۔ سادہ اور زود ہضم غذا تجویز ہوئی اور ورزش کے لئے پیدل چہل قدمی علی الصبح اور شام کو گھوڑے کی سواری۔ بچپن میں جب والد بزرگوار کے زیر نظر تربیت ہو رہی تھی روزانہ شام کو گھوڑے کی سواری بھی کرائی جاتی تھی اس لئے سابقہ عادت کے لحاظ سے گھوڑے کی سواری کو ورزش میں شامل رکھا۔ ذاتی گھوڑوں کے علاوہ شاہی اصطبل سے بھی سات عمدہ گھوڑے آستانہ میں بھیجے گئے دو گھوڑے عربی النسل تھے اور دو گھوڑے دراز قد نہایت حسین آسٹریلین تھے۔ ایک فوجی آفیسر میجر احمد علی خاں کے ہمرکاب سواری کے پابند ہوئے۔ روزانہ شام کو گھوڑوں پر حضرت اور میجر موصوف آستانہ کے گرد میلوں وسیع وعریض میدان میں سواری کرتے تھے مگر صحت اور طاقت بحال نہ ہوئے۔ کبھی کبھی سیر و تفریح اور تبدیل آب و ہوا کی غرض سے جنگلوں اور پہاڑوں میں بھی گھومنا ہوتا رہا۔ بعض مواقع پر تصرفات باطنی کا ظہور بھی ہوا۔

ایک مرتبہ حافظ عبدالمتعال خاں صاحب غوری امیر جماعت اہل حدیث منڈلہ سی پی مزاج پرسی کے لئے حاضر آستانہ ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ سی پی کے

پہاڑی جنگلات کے مناظر بہت دلکش اور تفریح بخش ہیں۔ایک پہاڑی مقام سوناوانی قابل دید ہے۔اگر حضرت اس طرف سیر فرمائیں تو امید ہے طبعیت شگفتہ ہوگی۔فرمایا انشاءاللہ دو دن میں روانہ ہونگے اور خادموں کو حکم دیا کہ سفر کی تیاری کریں اور حسن عزیز کو جبل پور تار کے ذریعہ مطلع کرو کہ یہاں سے پرسوں روانگی ہوگی۔سیونی کے ڈاک بنگلہ میں ٹھہریں گے وہاں آ کر ملیں۔

تار موصول ہونے پر یاد فرمائی سے مجھے بہت مسرت ہوئی اور میں جبلپور سے روانہ ہوکر سیونی پہنچ گیا ڈاک بنگلہ میں حضرت کے ساتھ اقبال حسین خاں۔بی۔اے ایل ایل بی۔ندیم خاص فرمانرائے بھوپال حافظ عبدالمتعال خاں صاحب غوری اور ایک خادم تھے۔حضرت بھوپال سے ریل میں روانہ ہوکر سیونی پہنچے تھے اور سیونی سے موٹر کار میں سفر ہوا۔مختصر ضروری سامان ساتھ لیکر براہ برگھاٹ سوناوانی کی طرف روانہ ہوئے۔سوناوانی ایک پہاڑی موضع ہے جو ہر چہار جانب جنگلوں اور پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔گرمی کا زمانہ تھا۔کچی جنگلی سڑک پر موٹر کار چل رہی تھی۔ایک گھاٹی پر پہنچے تو حافظ صاحب موصوف نے کہا پیاس شدت سے محسوس ہو رہی ہے اور یہاں پانی کا کہیں نشان نہیں۔حضرت نے فرمایا آگے قدرت الٰہی کا تماشا دیکھئے۔گھاٹی عبور کر کے میدانی علاقے میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کنواں ہے تین چار گونڈ عورتیں (جنگلی قوم جو ہمیشہ نیم برہنہ رہتے ہیں) پانی کھینچ رہی ہیں اور ایک سیاہ فام گونڈ عورت ہمارے لئے ایک تھال لیکر گھڑی ہے جس میں بادام۔اخروٹ۔پستہ۔کشمش بھرے ہیں۔موٹر قریب آنے پر اس عورت نے تھال پیش کیا۔ہم پس و پیش میں تھے۔حضرت نے مسکرا کر ارشاد فرمایا لے لو کنویں سے پانی منگا کر پیا اور آگے روانہ ہوئے۔

تعجب خیز امر یہ ہے کہ گونڈ وحشی لوگ ہوتے ہیں۔ انہوں نے بادام اور کشمش کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے۔ البتہ جنگلی پیدوار مثلاً چرونجی، تیندو، وغیرہ سے واقف ہوتے اور استعمال کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ کس خبر رساں ایجنسی نے انہیں اطلاع دی کہ ہم لوگ آرہے ہیں۔ اور اس طرح ہمارے استقبال اور مدارت کے لئے تیار رہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوئی آبادی نزدیک نہیں تھی جہاں کی عورتیں کنویں سے پانی بھر کر لے جاتی ہوں۔ وہاں میلوں سوائے عظیم تناور درختوں اور جھاڑیوں کے کوئی انسانی آبادی نہیں تھی۔ اسی طرح بے شمار تصرفاتی واقعات ظہور میں آتے رہے ہیں۔

سونا وانی پہنچکر سرکاری بنگلہ پر جو نہایت دلکشا مقام میں تھا ٹھہرے بنگلہ پر ایک چوکیدار اور دو خدمت گار متعین ہیں۔ ضروری سامان موجود رہتا ہے۔ سونا وانی کے جنگل میں ارنا (جنگلی بھینس) کا شکار ہوتا ہے۔ بنگلہ میں شکاری آکر ٹھہرتے ہیں۔ ظہر کے وقت پہنچے تھے۔ نماز سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر آرام کیا عصر تک قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے اور بعد نماز عصر یہاں سے روانہ ہوکر قریبی موضع میں جہاں حافظ صاحب موصوف کے ایک عزیز بڑے زمیندار ہیں۔ بعد مغرب پہنچے سب نے نماز ادا کی۔ معزز میزبان نے مہمانوں کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔ حافظ صاحب موصوف نے بھوپال سے روانگی کی اطلاع دی تھی زمیندار صاحب کا مکان بہت وسیع اور آرام دہ تھا انہوں نے کھانے کا بہت پر تکلف انتظام کیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہوکر سب نے عشاء کی نماز پڑھی حضرت نے آرام فرمایا اور ہم سب بھی سو گئے۔ زمیندار صاحب اور ان کے نوجوان بھائی خاموشی سے بندوق لیکر جنگل کی طرف چلے گئے اور دن نکلنے سے پہلے ایک بارہ سنگھا شکار کر لائے بعد نماز فجر چائے

ناشتہ کے ساتھ بھنی ہوئی کلیجی دسترخوان پر آئی۔ زمیندار صاحب نے کہا یہ نوجوان سانبھر (بارہ سنگھا) کی کلیجی ہے اور رات کی شکار کا حال سنایا حضرت ان کی اس مدارات اور تواضع سے بہت خوش ہوئے۔ دن کے کھانے میں شکار کا پلاؤ تھا جو مسلمانوں کا مرغوب کھانا ہے۔ رات کے کھانے میں شکار کا قورمہ اور کباب تھے۔ دو دن قیام فرما کر سیونی واپس آئے۔ ایک دن ڈاک بنگلہ میں ٹھہرے بفضلہٖ تعالیٰ طبیعت شگفتہ تھی۔ حافظ صاحب کو منڈلہ اور مجھے جبلپور واپس فرما کر بھوپال روانہ ہوئے۔

کشمیر

دوسرے سال علالت نے پھر زور پکڑا اور موسم گرما کی تیزی سے صحت خراب ہونے لگی۔ نوابزادگاں نے حاضر ہوکر اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت اس سال گرما کا موسم کشمیر میں گزاریں حضرت نے اپنے ضعف جسمانی کے پیش نظر طولانی سفر کو مشکل فرمایا۔ جب متفقہ طور سے سب نے اصرار کیا تو حکم دیا کہ سفر کی تیاری کی جائے۔

ایک مصاحب اور ایک خادم کو ساتھ لیکر بھوپال سے پنجاب میل میں روانہ ہوئے۔ راولپنڈی سے موٹر کار میں سری نگر پہنچے ایک ہفتہ سرینگر میں ٹھہر کر پہلگام پہاڑ پر خیمہ گاہ میں ایک ماہ قیام فرمایا۔ یہاں سے ایک دن درّہ زوجیلا کی گیارہ ہزار فٹ بلند چوٹی پر بطور سیر و تفریح جانے کا قصد فرمایا دو سیاح جو قریبی خیمہ گاہ میں مقیم تھے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئے۔ کرایہ کے یابو (پہاڑی گھوڑے) جو پہاڑ کے دامن میں ہر وقت موجود رہتے ہیں منگائے گئے۔ چار گھوڑوں پر حضرت مصاحب اور دو سیاح درّہ زوجیلہ کی چڑھائی پر روانہ ہوئے۔ گھوڑے والے اپنے اپنے گھوڑے کے ساتھ پیدل چلتے رہے اور ہر خطرناک موڑ پر اپنی کشمیر زبان میں گھوڑے کی طرف مخاطب ہوکر گرجدار آواز میں کوئی جملہ کہتے جس سے گھوڑے عجیب انداز میں چست ہو جاتے تھے۔ ایک موقع پر اتنا تنگ موڑ تھا کہ گھوڑوں کا گزرنا مشکل تھا۔ گھوڑے

والوں نے کہا اب اس سے آگے سخت خطرناک موڑ ہیں جن میں سے گھوڑے نہیں گزر سکتے کیونکہ آگے راستہ کی تنگی کے علاوہ برفانی پھیلاؤ ہے اس لئے گھوڑے یہاں چھوڑ کر آگے کی آخری منزل پیدل طے ہو سکے گی۔ حضرت نے فرمایا ڈرو نہیں انشاء اللہ گھوڑے بخیریت چوٹی تک پہنچ جائینگے یہ فرما کر حضرت نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا جو موڑ سے گزر گیا۔ پیچھے تینوں گھوڑے بھی گزر گئے۔

گھوڑے والے بہت متاثر ہوئے جب چوٹی پر پہنچ کر گھوڑے سے اترنے لگے تو چاروں کشمیری گھوڑے والوں نے حضرت کے پاؤں چومے۔

چوٹی پر برف ہی برف تھی۔ چاروں طرف عجیب منظر تھا۔ سوائے برف پوش پہاڑی چوٹیوں کے کوئی چیز نہ تھی۔ نشیبی گھاٹیوں میں سبزہ زار اور کہیں کہیں گھنے سایہ دار تناور درخت بھی نظر آتے تھے کچھ خشک میوہ ساتھ لے گئے تھے کھڑے کھڑے سب نے کھایا۔ حضرت کو بہ سبب ضعف و ناتوانی کچھ سردی محسوس ہوئی۔ ایک گھنٹہ سیر کے بعد گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس ہوئے اس سفر میں حیرت خیز یہ واقعہ ہوا کہ واپسی کے وقت قطع مسافت چند منٹ طے میں ہوگئی۔ سیاح اور گھوڑے والے سخت حیران تھے کہ اتنی جلدی کیسے نیچے اتر آئے۔ (ایسے کراماتی حالات اکثر سفر میں پیش آتے رہے)

ایک ماہ پہلگام میں قیام فرما کر چند روز پھر سرینگر میں ٹھہرے اور اطراف کی سیر گاہوں، قدرتی مناظر اور پھولوں، پرندوں کی کثرت اقسام سے محو حیرت ہو کر تسبیحات حمد ادا کر کے واپس ہوئے۔ بفضلہٖ تعالیٰ کشمیر کی سیر اور آب و ہوا کی تبدیلی نے صحت پر اچھا اثر کیا۔ سردی زیادہ محسوس ہونے لگی تھی اس لئے زیادہ عرصہ قیام نہ

فرمایا۔ بھوپال پہنچ کر جو مصاحب ہم سفر تھا انہوں نے حالاتِ سفر قلمبند کرائے۔

کشمیر سے آنے کے دو برس تک طبعیت کسی قدر بحال رہی مگر آنتوں کی تکلیف میں افاقہ نہ ہوا۔ جب طبعیت زیادہ مکدر ہوئی تو پچمڑی پہاڑ پر گرما گزارنے تشریف لے گئے۔ وہاں صحت کچھ زیادہ خراب ہوئی تو خلدآباد کا قصد فرمایا۔ بزمانہ سیاحت اورنگ آباد اور خلدآباد میں چند روز قیام فرما چکے تھے۔ اکثر لوگ حلقہ بگوش بھی ہوئے تھے اور ان کا اصرار تھا کہ حضرت تشریف لائیں۔ نواب صمد یار جنگ معتمد خاص تاجدار دکن کو حیدرآباد لکھا گیا کہ حضرت کا ارادہ کچھ عرصہ خلدآباد میں قیام فرمانے کا ہے۔ حیدرآباد سے اورنگ آباد کے حکام کو مطلع کیا گیا اور گیسٹ ہاؤس میں سرکاری طور سے بحیثیت مہمان شاہی سب انتظامات ہو گئے۔ حضرت نے خادموں کو حکم دیا کہ تیاری کریں اور فرمایا شاید دو ماہ قیام رہے گا ضروری دوائیں دو ماہ کے اندازہ کی رکھ لی جائیں۔

خلد آباد

بھوپال سے ریل میں روانہ ہوئے۔ ایک مصاحب اور دو خادم ساتھ چلے۔ صحت زیادہ خراب تھی اس لئے حضرت کے برادر حقیقی جناب سید ابرار حبیب بھی ہمراہ رہے۔ منماڑ سے گاڑی بدلی گئی نظام ریلوے میں سفر ہوا۔ اورنگ آباد سے موٹر کار میں خلد آباد پہنچے۔ گیسٹ ہاؤس میں سب انتظامات شاہانہ تھے۔ چار دن قیام کر کے جناب ابرار حبیب صاحب واپس ہوگئے۔ خلد آباد میں قیام کی خبر سے اطراف و مضافات میں خوشی کی لہر پھیل گئی اور لوگوں کی آمد شروع ہوئی متوسلین کے علاوہ بکثرت افراد زیارت کے شوق میں حاضر ہونے لگے۔

دو ہفتہ قیام کے بعد طبعیت بحال ہونے لگی اور حضرت روزانہ شام کو مزارات اولیاء پر جانے لگے۔ خلد آباد اولیاء اللہ کا گڑھ مشہور ہے۔ ڈیڑھ ماہ قیام فرمائے گزرے تھے کہ ایک دن علی الصبح خادموں کو حکم دیا سامان باندھو اور جلد سفر کی تیاری کرو۔ سب حیران تھے کہ ابھی دو ماہ نہیں ہوئے یکایک سفر کا کیا سبب ہوا۔ حسب الحکم تیاری ہوگئی اور سامان موٹر کار میں رکھا جانے لگا اسی اثنا میں سائیکل پر آ کر پوسٹ مین نے ایک ٹیلیگرام پیش کیا جس میں اطلاع تھی کہ نواب افتخار الملک سعید الظفر خاں فوت ہوگئے۔ حضرت موٹر کار میں اورنگ آباد پہنچے لوگ جمع ہوگئے حضرت نے فرمایا ریل یہاں سے رات کو روانہ ہوگی اس لئے میں موٹر کار میں سیدھا منماڑ جاؤں گا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ موٹر کار بہت تیز رفتار چلنے پر بھی منماڑ اسٹیشن

پر ریل گزر جانے کی ایک گھنٹہ بعد پہنچے گی۔فرمایا انشاء اللہ ہمارے پہنچنے کے بعد ریل آئیگی سب خاموش ہو گئے اور حضرت سب کو دعاء خیر کہہ کر روانہ ہو گئے۔ڈرائیور سے کہا گاڑی احتیاط سے چلاؤ تیز رفتاری کی ضرورت نہیں منماڑ اسٹیشن پہنچے تو معلوم ہوا گاڑی لیٹ ہے آدھا گھنٹہ بعد آئیگی۔موٹر کو واپس اورنگ آباد روانہ کر دیا۔ریل آئی منماڑ سے روانہ ہو کر شب میں بھوپال پہنچ گئے۔

(مکاشفات وکرامات اولیاء اللہ برحق ہیں)

علالت نے بہت طول پکڑا۔ارادتمندوں میں بڑے تجربہ کار طبیب اور ماہر علاج ہیں۔اپنے اپنے تجربہ کی بنا پر بہترین مجربہ مرکبات تیار کر کے پیش کرتے رہے بعض ادویہ سے چند روز عارضی فائدہ ہوتا رہا مگر تبخیر معدہ اور آنتوں کی تکلیف میں کمی نہ ہوئی۔ضعف و ناتوانی میں اضافہ ہی ہوتا رہا جب کسی تکلیف میں زیادتی ہوتی ہے فرماتے ہیں بیماری بھی ایک رحمت ہے کفارہ معصیت ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی محدث تھانوی سے حضرت نے دعاء خاتمہ بالخیر کی درخواست کی جس کے جواب میں حضرت ممدوح نے لکھا۔ابھی تو بہت خلق اللہ آپ کی ذات قدسی صفات سے فیضیاب ہوگی۔آپ سخی ابن سخی ہیں اہل سخا کو باری تعالٰی طول عمر عطا فرماتے ہیں میں بوڑھا ہو چکا ہوں کچھ سکت ہوتی تو حاضر آستانہ ہو کر خدمت کرتا کیا ہی اچھا ہو کہ آپ یہاں رونق افروز ہو کر باعث برکت ہوں بہت لوگ مشتاق زیارت ہیں کیا عجب میں آپ کی کچھ خدمت کرسکوں جو آپ کے لئے موجب تسکین و راحت اور میرے لئے موجب خیر و برکت ہو۔حکیم الامت کے اس مشفقانہ اور بزرگانہ جواب سے حضرت بہت متاثر ہوئے اور باوجود علیل و

نحیف ہونے کے خدمت مبارک میں حاضری کا عزم فرمایا اور حضرت ممدوح کو اپنی تاریخ آمد سے مطلع کیا۔

یہاں سفر کی تیاری ہونے لگی اور وہاں حضرت ممدوح نے بستی میں حضرت کے قیام کے قابل کوئی جگہ موزوں نہ سمجھ کر بستی سے علیحدہ ایک تکیہ میں خیمہ گاہ کا بندوبست فرمایا۔ حضرت ممدوح کو کچھ عرصہ قبل خواب میں اس تکیہ میں ایک بازار نما منظر کا مشاہدہ ہوا تھا۔

تھانہ بھون

اپنی علالت و ناتوانی کے سبب خادموں کو حکم دیا کہ یہ سفر بائی روڈ کرینگے جگہ جگہ ٹھہرتے ہوئے آرام سے پہنچے گے۔ دو موٹر کاریں تیار ہوئیں۔ ایک کار میں حضرت کے ساتھ ہرات کے مشہور طبیب مولوی حکیم محمد ابراہیم اور ایک خادم اور دوسری کار میں ضروری سامان ایک خانساماں اور دو خدمت گار روانہ ہوئے جگہ جگہ ڈاک بنگلوں میں آرام کرتے ہوئے تیسرے دن تھانہ بھون پہنچ گئے اور بستی سے باہر خیمہ گاہ میں قیام فرمایا۔ روزانہ صبح حضرت موٹر میں بستی تک حکیم الامت سے ملنے جاتے ایک ہفتہ کے بعد جب طبیعت کچھ بحال ہوئی تو آہستہ آہستہ پیدل جانے لگے۔ حضرت حکیم الامت بھی روزانہ شام کو بستی سے خیمہ گاہ تک حضرت سے ملنے پیدل تشریف لاتے۔ علماء، فضلاء۔ صلحا و فقراء اور عوام بھی آتے رہے ہر وقت چہل پہل رہنے لگی۔ حضرت نے حکم دیا یہاں فرودگاہ تعمیر کیجائے۔ فوراً انتظامات شروع ہوئے اور ایک ماہ میں فرودگاہ تعمیر ہوگئی۔ حضرت حکیم الامت نے ایک تاریخی قطعہ جس میں حضرت کی تھانہ بھون میں تشریف آواری اور فرودگاہ کی تاریخ تھی خود موزوں فرما کر اور سنہری حروف میں خوشخط لکھوا کر حضرت کو پیش کیا اور ایک شعر بہت پر جوش لہجہ میں پڑھا۔

منعم بکوہ دشت و بیاباں غریب نیست

ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

شعر سنا کر حضرت حکیم الامت نے اپنا وہ خواب جو عرصہ ہوا دیکھا تھا بیان

فرمایا جس میں ایک بازارنما منظر تھا اس تکیہ میں جہاں فرودگاہ تعمیر ہوئی مشاہدہ ہوا تھا۔

حضرت حکیم الامت کا موزوں کردہ قطعہ ایک سنگ مرمر کی لوح میں خوشخط کندہ ہوکر بطور فرودگاہ کی دیوار میں نصب کردیا گیا۔

حضرت حکیم الامت کا ارشاد فرمودہ قطعہ یہ ہے

ازاشرف

کرد قدسی نزول چوں ایں جا

جُستم از دل سنِ ظہورِ سرور

گفت دل آستانۂ قدسی ۶۹۱

ہم بیفزا ابرو تجلی طور ۶۵۸ ، ۱۳۴۹ھ

حضرت حکیم الامت نے فرودگاہ کو آستانہ قدسی نام سے موسوم فرمایا۔

دو ماہ قیام کے بعد تھانہ بھون سے بھوپال تک اسی طرح بائی روڈ موٹر کار سے واپسی ہوئی۔ راستہ میں جگہ جگہ ڈاک بنگلوں میں ٹھہرتے ہوئے تیسرے دن بھوپال پہنچے۔ تھانہ بھون سے روانہ ہوتے وقت سب سامان جو ساتھ گیا تھا اور جو وہاں مہیا ہوا تھا۔ از قسم پلنگ ۔فرش ۔ظروف وغیرہ فرودگاہ کے لئے وقف فرمادیا۔

دو ماہ کے قیام میں حضرت حکیم الامت کی توجہات وتصرفات اور فیض صحبت سے طبعیت بہت خوش گوار ہوگئی اور آب وہوا کی تبدیلی سے صحت جسمانی میں بفضلہٖ تعالیٰ نمایاں فرق ظاہر ہوا۔-----------------

----

سفرِ حج

رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ کی ستائیسویں شب مسجد قدسی میں ختم قرآن ہوا۔ صبح بعد نماز فجر حضرت نے حاضر باش خادموں سے فرمایا کہ آج شب میں نے خود کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے دیکھا۔ کیا عجب اس سال حج اور زیارتِ روضۂ منور کا شرف نصیب ہو۔

مسجد قدسی میں تراویح۔ جمعہ اور عیدین کی نماز نہایت اہتمام سے ادا ہوتی تھیں۔ عید کے دن بعد نماز جب شہر سے آئے ہوئے متوسلین کا مجمع تھا حضرت نے فرمایا شاید اس سال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر کروں اگر چہ ضعف و ناتوانی اور خرابی صحت طولانی سفر کے قابل نہیں۔ مشیت الٰہی سب پر غالب ہے اگر یہ شرف نصیب میں ہے تو انشاء اللہ ذوق وشوق کی قوت جسمانی ضعف و ناتوانی پر حاوی ہوگی۔ سب حاضرین نے دعاء صحت وسلامتی مانگی۔

عید کے دوسرے دن خاندانی بچے اور بچیاں حصول عیدی کے لئے آستانہ میں جمع ہوئے دو دن خوب چہل پہل رہی۔ باہر سے آنے والے مہمان پورے مہینہ میں آتے جاتے رہے۔ یکم ذیقعدہ کو معتمد آستانہ سے فرمایا کہ سفر حج کے انتظامات کئے جائیں۔ آستانہ کا انتظامی نظام حرکت میں آیا اور تین ہفتہ میں سب امور کی تکمیل ہوگئی۔ اور ایک خط فضلت مآب۔۔۔ معتمد خاص جلالۃ الملک سلطان ابن سعود خلد اللہ ملکۂ کو روانہ کیا گا جس میں حضرت کی روانگی کا پروگرام تھا۔ محمد عرب مکی جو عرصہ

دراز سے بھوپال میں متاہل ہو کر سکونت پذیر ہو گئے تھے اور ملازم سرکار تھے طلب کئے گئے ۔فرمایا میں عازم حجاز ہوں آپ میرے ساتھ چلیں جب تک میرے ساتھ سفر میں رہینگے اتنے عرصہ کی ملازمت سے رخصت دلادی جائیگی ۔عرب صاحب نے نہایت گرم جوشی سے اس سعادت پر اپنی خوشی کا اظہار کیا حضرت نے فرمایا آپ جلد تیاری کرلیں۔

۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ بھوپال سے روانہ ہوئے۔ ریلوے اسٹیشن پر خیر باد کے لئے بہت مجمع ہو گیا تھا۔ بمبئی کے ریلوے اسٹیشن پر بھی استقبال کے لئے لوگ جمع تھے حضرت نے دودن سفارتخانہ عراق میں قیام فرمایا۔ ۲۷ ذیقعدہ کو "اسلامی" جہاز میں بمبئی سے روانہ ہوئے ۔اسپیشل کیبن حضرت کے لئے ریزورتھی ۔اسلامی جہاز سے روانگی کی اطلاع ذریعہ ٹیلیگرام فضیلت مآب معتمد خاص کو مکہ مکرمہ کردی گئی، ۵ ذلحجہ کو جہاز جدہ پہنچا۔لوگ کشتیوں پر اترنے لگے حضرت کے لئے سرکاری موٹر لانچ آئی۔ سامان لانچ پر اتارا گیا۔حضرت اور محمد عمر عرب لانچ میں ساحل تک پہنچے پلیٹ فارم پر چند عرب استقبال کے لئے کھڑے تھے۔لانچ سے سامان اتارا گیا سرکاری موٹر کار جو مکہ سے حضرت کو لینے آئی تھی حضرت اس میں سوار ہو گئے ۔دوسری کار میں سامان اور عرب صاحب روانہ ہوئے مکہ مکرمہ میں جب موٹر کار سے حضرت اترے عمائدین نے استقبال کیا اور اہلاً وسہلاً اور کلمات خیر کا آوازہ بلند ہوا۔مہمان خانہ میں بہت پر تکلف کھانا تیار تھا۔عربی کھانوں کے ساتھ ہندوستانی کھانے بھی دسترخوان پر تھے۔حضرت نے ہر چیز کی قلیلی مقدار ایک پلیٹ میں لیکر تناول فرمائی۔کھانے سے فارغ ہو کر تازہ وضو کیا اور عمائدین کے ساتھ کعبۃ اللہ میں حاضر ہو کر پہلے طواف کئے پھر مقام ابرھیم

ؑ پر دوگانہ ادا کیا اس کے بعد سعی صفا مروہ کر کے سر منڈایا اور واپس آ کر مہمان خانہ میں احرام کھول کر کپڑے پہن لئے۔ ایک بجے شب کو پھر کعبۃ اللہ میں حاضر ہو کر پہلے طواف کئے اس کے بعد مقام ابراھیم ؑ پر نوافل فجر تک ادا کرتے رہے۔ بعد نماز فجر چاہ زمزم پر خوب پانی پیا اور چاروں طرف گشت کر کے واپس مہمان خانہ آ گئے۔ عرب صاحب کے رشتہ دار جو مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں ملاقات و زیارت کے لئے حاضر ہوئے اکثر شیوخ عرب بھی ملنے آئے جب شہر میں حضرت کے ورود کی خبر پھیلی تو ہندوستان کے لوگ جو حج کے لئے آئے تھے دن بھر آتے جاتے رہے۔ ۸ ذلحجہ کو صبح سے عصر تک موٹر کار میں ہر متبرک مقام پر حاضر ہو کر دعائیں پڑھیں۔ بعد نماز عصر مسجد آدم کی طرف روانہ ہوئے تمام شب مسجد آدم میں رہے اول وقت مسجد میں نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کی اور موٹر کار میں اس خیمہ تک طلوع فجر سے قبل پہنچ گئے جو میدان عرفات میں ایک دن قبل نصب کر دیا گیا تھا۔

مسجد آدم سے میدان عرفات شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک بہت پرانی وضع کی عمارت ہے۔ صحن بہت وسیع ہے۔ مسجد سے متصل ایک ٹیلہ نما مٹی کا ڈھیر ہے۔ مشہور ہے کہ یہاں حضرت آدم علیہ السلام کی قبر شریف تھی جس کا نشان مٹا دیا گیا ہے مسجد آدم کے سامنے حج کے دن دوکانیں ہر قسم کی لگائی جاتی ہیں۔ مسجد آدم میں اس رات بہت لوگ عبادت میں مشغول رہے۔ عجیب بات یہ تھی کہ ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا ہر ایک کا لباس مختلف اور وضع قطع شکل وصورت بھی مختلف حضرت نے ایک صاحب کو جو قریب بیٹھے ہوئے تھے اپنی طرف سے مخاطب کرنے کے لئے السلام و علیکم کہا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ جواب میں وعلیکم السلام کہہ کر حضرت کی طرف

غور سے دیکھا اور مصافحہ کیا حضرت نے ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دریافت کیا کہ یہ مختلف الہیئت حضرات کون ہیں؟ جواب میں بہت آہستہ سے کہا خاموش رہو یہ سب حضرات دنیا کے مختلف گوشوں کے اوتاد اور ابدال ہیں یہ جواب محمد عرب نے بھی سنا جو حضرت کے قریب ہی کھڑے تھے۔ فجر کی نماز کے لئے جب جماعت کھڑی ہونے والی تھی چند افراد نے بہت تیزی سے بڑھ کر حضرت سے بغیر سلام کہے مصافحہ کیا بعد نماز کے بھی چند حضرات نے بغیر سلام وکلام کئے مصافحہ کیا۔ جو بزرگ امام جماعت تھے بعد نماز حضرت نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا مگر انہوں نے بجائے مصافحہ حضرت کے سر پر ہاتھ رکھا اور حضرت کی پشت پر تھپکی دی۔

میدان عرفات میں جو خیمہ مخصوص حضرت کے لئے نصب کیا گیا تھا حضرت تنہا اس میں تمام دن صاحب روانہ ہوئے مزدلفہ میں عصر ومغرب ادا کر کے منیٰ میں پہنچے رات منیٰ کے مہمان خانہ میں قیام فرمایا صبح موٹر کار منیٰ سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ آئے۔ کعبۃ اللہ میں حاضر ہو کر طواف کئے اور مقام ابراہیمؑ پر دوگانہ ادا کیا۔ قربان گاہ منیٰ میں ہے سب حاجی منیٰ میں قربانی کرتے ہیں حضرت کی خواہش پر حکومت کی جانب سے مکہ میں حضرت کی قربانی کا بندوبست ہوا۔

۱۰ ذلحجہ کی شام کو حضرت شاہی مہمان خانہ سے شاہی باغ میں منتقل ہو گئے جو شہری آبادی سے علیحدہ تھا۔ باغ میں ہمہ قسم کے پھلدار پودے اور پھولوں کی کیاریاں قدیم اور جدید طرز باغبانی کا مجموعہ تھیں۔ نہر زبیدہ سے پانی لے کر باغ میں ایک وسیع حوض بنایا گیا۔ جس پر ایک عمارت تفریحی بنائی گئی۔ وسط باغ میں ایک نہایت خوشنما بنگلہ پر تکلف فرنیچر سے آراستہ تھا۔ قریب ہی خادموں کے لئے قیام کی جگہ اور کچھ

فاصلہ پرملازمین باغ کی رہائش گاہ اور باورچی خانہ تھا۔مخصوص موٹرکار کے ساتھ ایک اور بھی سرکاری موٹرکار باغ میں حضرت کے پاس آنے جانے والوں کے لئے متعین کردی گئی تھی۔سب کے لئے کھانے کا انتظام سرکاری تھا۔حضرت کے نانا علامہ محمد اسحاق علیہ الرحمتہ سے حضرت جلالتہ الملک شاہ عبدالعزیز سعود فرمانروائے مملکت عربیہ سعودیہ سے بہت پرانے دوستانہ مراسم وتعلقات تھے۔

اوائل عمری میں شاہ ابن سعود کے اساتذہ میں علاّمہ زین العابدین محدث یمنی بھی تھے جو بعد میں مدارالمہام مولوی جمال الدین وزیراعظم بھوپال کی خواہش پر آئے اور قاضی القضاۃ بھوپال مقرر ہوئے۔ بزمانہ ولیعہدی شاہ ابن سعود نے ہندوستان کی سیاحت فرمائی اوراپنے نوعمری کے اتالیق علاّمہ زین العابدین سے ملنے بھوپال بھی تشریف فرما ہوئے۔

قاضی صاحب موصوف نے علاّمہ محمد اسحاق کی پاس محلات مدارالمہام مرحوم میں شاہ ابن سعودکومہمان ٹھہرایا۔علاّمہ محمد اسحاق میر بخشی نے معزز مہمان کے شایان شان میزبانی کی جس سے شاہ ممدوح بہت متاثر ہوئے اوردوستانہ تعلق قائم ہوگیا۔

حضرت چار یوم باغ میں مقیم رہے۔ایک دن جلالتہ الملک سلطان نے مدعو فرمایا۔ ایک دن شہزادگاں اور امرا ملنے آئے۔ یہاں سے موٹر کار میں روانہ ہوکر دوسرے دن مدینہ منورہ پہنچے ایک شب راستہ میں قیام فرمایا جیسے ہی مدینہ منورہ میں کار سے اترے سادات مدینہ نے پرجوش طریقہ سے خوش آمدید کہااورمبارکباد کے دعائیہ کلمات کہتے ہوئے قیام گاہ تک پہنچے۔

انقلاب حکومت کے زمانہ میں ترک گورنرکامحل ویران ہوگیا تھااورفرمانروائے

بھوپال نے قیمتاً حاصل کر کے مرمت و آرائش کرادی تھی اس امید پر کہ جب کبھی خوش نصیبی سے مدینہ منورہ میں حاضری ہوگی تو قیام رہے گا۔ حضرت اسی محل میں مقیم ہوئے بہت وسیع نہایت خوشنما سہ منزلہ عمارت۔ صحن کے ایک حصہ میں باغیچہ اور کنواں اور اسٹیم انجن۔ ایک چوکیدار دو خدمت گار مستقل متعین تھے۔ یہ محل شہری آبادی سے باہر تھا۔ جب تک حضرت مقیم رہے دن بھر لوگوں کی آمدرفت رہی۔ حضرت عصر سے عشاء تک مسجد نبوی میں حاضر رہتے اور بعد نماز روضۂ اقدس پر دست بستہ صلوٰۃ وسلام پڑھتے۔ قیام گاہ سے دربار عالی تک برہنہ پا جاتے تھے۔ روزانہ صبح موٹر کار میں بیرون شہر متبرک مقامات پر جاتے۔ مسجد قبا میں کچھ دیر ٹھہر کر تلاوت قرآن مجید کرتے اور جبل احد کی گھاٹی پر آنکھیں بند کر کے بڑی دیر تک خاموش کھڑے رہتے۔ اطراف مدینہ کی سب سے خصوصی زیارت گاہوں پر گئے اور بہت بزرگوں سے نیاز حاصل کیا۔

مدینہ منورہ میں حاضری کے دوسرے دن شہر کے ایک ممتاز شخص محمد ابراہیم کے ساتھ حضرت قطب الاقطاب غوث العالم سید حمزہ رفاعی سے شرفِ نیاز حاصل کرنے آستانۂ عالی پر حاضر ہوئے۔ دالان میں علماء و مشائخ کا مجمع تھا بڑے صاحب زادے صدر نشین تھے۔ شیخ محمد ابراہیم نے صاحب زادہ صاحب سے حضرت کا تعارف کرایا۔ صاحبزادہ صاحب حضرت کا نام سنتے ہی کھڑے ہوگئے اور بڑی گرمجوشی سے معانقہ کیا جیسے پہلے سے شناسا ہوں اور بہت تیز قدمی سے اوپر کی منزل میں جہاں حضرت اقدس چالیس برس سے خلوت گزیں تھے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اسد الرحمٰن قدسی حاضر ہوا ہے۔ حضرت اقدس نام سنتے ہی کھڑے ہوگئے حبشی خادم اور صاحبزادے کے سہارے درمیانی منزل میں اتر آئے حاضری کی اجازت دی۔

صاحبزادے نے زیرین دالان میں آ کر فرمایا حضرت یاد فرماتے ہیں سب حاضرین متعجب ہوئے کیونکہ عرصہ دراز سے عام ملاقات مسدود تھی۔ حضرت صاحبزادے صاحب کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ جیسے ہی حضرت سامنے پہنچے حضرت اقدس کھڑے ہوگئے اور دونوں ہاتھ معانقہ کے لئے بڑھائے حضرت آگے بڑھے حضرت اقدس نے سینہ سے لگا کر پیشانی چومی اور اپنے دونوں ہاتھوں میں حضرت کے دونوں ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گئے حضرت دوزانو سامنے بیٹھے۔ حضرت اقدس نے پہلے اس نسبت عالیہ سے مشرف فرمایا جو حضرت اقدس کو بے واسطہ حاصل تھی اس کے بعد القائی توجہ فرمائی جس سے حضرت پر بے ہوشی سی طاری ہوئی اور سارا جسم تھرتھری کے ساتھ کانپنے لگا حضرت اقدس اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت کے ہاتھوں کو پکڑے رہے چند منٹ کے بعد حضرت اقدس نے پھر حضرت کی پیشانی چومی اور ہاتھ چھوڑ دیئے حضرت کو ہوش آیا اور قدم بوس ہوئے۔ حضرت اقدس نے فرمایا یہ تمہاری امانت میرے پاس محفوظ تھی اور میں تمہاری آمد کا منتظر تھا۔ صاحبزادہ صاحب قریب کھڑے یہ ماجرا حیرت سے دیکھ رہے تھے حضرت اقدس نے صاحبزادہ صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اسد الرحمٰن قدسی کو خلیفہ الہند قرار دیا گیا۔ حبشی خادم ایک کشتی میں قہوہ لیکر حاضر ہوا۔ حضرت اقدس نے چھوٹی سی خوبصورت کیتلی سے حسین بلوری فنجان میں قہوہ ڈالا جو نہایت خوش رنگ تھا تھوڑا سا خود نوش فرمایا اور فنجان حضرت کو بڑی شفقت سے دیا حضرت ایک ہی گھونٹ میں سب نوش فرمالیا حضرت اقدس متبسم ہوئے اور حضرت کے سر پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے اور کلمات خیر کہتے ہوئے حبشی خادم اور صاحبزادہ صاحب کے سہارے بالائی منزل پر تشریف لے گئے صاحبزادہ صاحب

واپس آئے اور حضرت کو مبارکباد کہہ کر معانقہ کیا اور ساتھ لے کر نیچے دالان میں آئے سب کھڑے ہوگئے صاحبزادہ صاحب نے سب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا حضرت اقدس نے اسد الرحمٰن قدسی کو خلافت سے سرفراز فرما کر خلیفہ الہند قرار دیا ہے۔ سب حاضرین نے مبارکباد کہی اور کلمات خیر بار بار دہرائے۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔

حضرت نے اپنی قیام گاہ پر آ کر شیرینی تقسیم کرائی۔ فریضۂ حج سے فارغ ہو کر حضرت سید مصطفیٰ شیخ الشیوخ ممالک مغربیہ بھی وارد مدینہ منورہ ہوئے اور مذکورہ واقعہ سن کر اشتیاق ملاقات ظاہر کیا۔ حضرت خود ان سے ملنے تشریف لے گئے وہ شریف مدینہ کے مہمان تھے بڑے تپاک سے ملے اور ان تمام طریق وسلاسل روحانی کی اجازت مع اعمال خصوصی کے عطا فرمائی جو ممالک مغربیہ عربیہ میں جاری ہیں۔ اور ایک تحریری اجازت نامہ اپنے دستخط کے ساتھ عنایت فرمایا۔

حضرت علامہ عبدالباقی انصاری مہاجر مدنی نے بھی اشتاق ملاقات ظاہر فرمایا۔ حضرت ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ بہت مسرت ظاہر فرمائی اور بہت دیر تک علمی گفتگو فرماتے رہے آخر میں فرمایا کہ آپ کے قابل کیا تحفہ پیش کروں اپنی تالیف کردہ کتاب "الاسعاد بالاسناد" کا ایک نسخہ عنایت فرمایا اور ان سب سلسلوں کی اجازت عطا فرمائی جو خود حضرت ممدوح کو حاصل تھے۔

دس دن مدینہ منورہ میں مقیم رہ کر گیارہویں دن پہلے روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر روانگی کی اجازت مانگی۔ صلوٰۃ وسلام پڑھ کر بادیدۂ تر روانہ ہوئے۔ موٹر کار تک بیشمار سادات ومشائخ اور عوام نے ساتھ آ کر الوداع کہی اور کلمات خیر کا آوازہ بلند ہوا۔

دوسرے دن جدہ پہنچ کر شاہی مہمان خانہ میں اترے کچھ دیر آرام فرما کر حضرت حوا علیہا السلام کی قبر شریف پر حاضر ہوئے۔نشان قبر تو مٹ چکا ہے کچھ علامت رہ گئی ہے۔عمر رسیدہ لوگ جانتے ہیں۔فاتحہ وایصال ثواب کے بعد واپس آ کر مہمان خانہ میں ٹھہرے۔ اسلامی جہاز کا انتظار تھا اسپیشل کیبن پہلے سے ریزرو تھی۔دو دن انتظار کے بعد جہاز آیا اور حضرت سوار ہوئے۔

دو دن جدہ کے قیام میں سمندر کے کنارے ساحل کے ساتھ ساتھ بہت دور تک سیر کی۔اور اطراف عالم کے بکثرت حجاج سے ملاقات ہوئی جدہ سے واپسی کے وقت سفارتخانہ کا عملہ اور معززین شہر کی بڑی تعداد حضرت کو الوداع کہنے ساحل پر جمع تھے۔حضرت شاہی مہمانخانہ سے موٹر کار میں ساحل پر پہنچے۔عرب صاحب مع سامان پہلے پہنچ چکے تھے سرکاری موٹر لانچ میں جیسے ہی حضرت سوار ہوئے ساحل پر کلماتِ خیر کا آوازہ بلند ہوا۔موٹر لانچ میں دو سرکاری نمائندے جہاز تک حضرت کے ساتھ آئے۔جہاز ساحل سے دور لنگر انداز تھا۔جہاز میں سوار ہو کر حضرت کیبن میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر کچھ پڑھتے رہے خانساماں چائے لے کر حاضر ہوا۔چائے نوش فرما کر بستر پر لیٹ گئے طبعیت کچھ مکدر تھی۔اکثر حاجی مزاج پرسی کے لئے آتے رہے۔ جب جہاز عدن کے قریب پہنچا طبعیت زیادہ مکدر تھی۔ جہاز سے ذریعہ وائرلیس کراچی میں مسٹر حمید غنی ریلوے انجینئر کو حضرت نے مطلع فرمایا کہ میں کراچی میں جہاز سے اترونگا۔ جہاز کراچی کے ساحل کے قریب پہنچا تو پلیٹ فارم پر مسٹر حمید غنی مع احباب منتظر کھڑے نظر آئے۔ جیسے ہی جہاز لنگر انداز ہوا بہت تیزی سے حمید غنی اور عبدالحکیم خاں کسٹم افسر جہاز پر چڑھ آئے۔حضرت نے فرمایا میں کراچی میں زیادہ دیر

نہیں ٹھہرونگا۔ عبدالحکیم سے فرمایا کہ آپ سامان اور عرب صاحب کو ریلوے اسٹیشن پر اپنے ساتھ لے جائیں اور ریزرویشن کا انتظام کریں۔ حمید غنی حضرت کو جہاز سے اتار لائے اور موٹر کار میں اپنی کوٹھی پر لے گئے۔

عبدالحکیم خاں سامان اور عرب صاحب کو اپنے ساتھ ریلوے اسٹیشن پر لے گئے اور سامان بک کرایا۔ ریزرویشن کی تکمیل کی۔ ریل کی روانگی میں سات آٹھ گھنٹہ کی دیر تھی۔ حضرت، حمید غنی کی کوٹھی پر ٹھہرے رہے۔ بعد مغرب اسٹیشن پر تشریف لائے۔ ریل پلیٹ فارم پر تیار کھڑی اور عبدالحکیم خاں بھی منتظر کھڑے تھے۔ سامان سب بک ہوکر ریل میں بحفاظت چڑھا دیا گیا تھا حضرت ریل میں سوار ہوئے عبدالحکیم خان اور جو احباب اسٹیشن پر آئے تھے سب نے دعاء خیر کے ساتھ الوداع کہی۔ مسٹر حمید غنی لاہور تک ساتھ رہے۔ لاہور میں گاڑی بدلنی تھی حضرت آرام گاہ میں ٹھہرے اور حمید غنی صاحب نے ریزرویشن کی تکمیل کی اور میل ٹرین میں حضرت کو سوار کرایا اور بھوپال ٹیلیگرام سے حضرت کے پہنچنے کی اطلاع بھیجی۔ جب بھوپال اسٹیشن پر گاڑی پہنچی۔ اعزا احباب اور متوسلین سے اسٹیشن کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت نے سب حاضرین کے لئے دعائے خیر فرمائی اور موٹر کار میں آستانہ مبارک روانہ ہوئے دوسری کار میں سامان اور عرب صاحب کو اپنے مکان جانے کی اجازت دی اور نوازشات کے ساتھ موٹر کار میں روانہ فرمادیا۔ تبرکات بہت مقدار میں ساتھ آئے تھے تین دن تقسیم جاری رہی۔

(مذکورہ حالات محمد عمر عرب سے معلوم ہوکر شامل کتاب کئے گئے۔ تفصیلی حالات سے حضرت کے خودنوشت کتاب سرگزشت میں قلمبند ہوکر محفوظ ہیں۔)

سفر حج سے واپسی کے بعد حسب سابق احباب اور متوسلین اور مہمانوں کی آمد و رفت ہونے لگی۔ حضرت کے ہمہ گیر اخلاق ستودہ صفات اور فیض عام نے ہر مذہب و ملت اور ہر فرقہ و مسلک کے لوگوں کو اپنا گرویدہ اور حلقہ بگوش بنالیا۔ فقراء صلحا۔ علما۔ فضلا۔ ادبا۔ شعرا اور عوام حاضر آستانہ ہوتے رہے۔ امرا میں نواب۔ وزیر۔ تاجر اور صناع و فنکار بھی حاضر آستانہ ہوئے مہاراجہ کشن پرشاد مدار المہام حیدر آباد دکن حاضر آستانہ ہوئے آستانہ کا خدم حشم اور حضرت کی سادگی سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے مصاحبین سے مخاطب ہو کر کہا۔ حضرت درویش شفت باش و کلاہِ تتری دار کے مصداق ہیں۔

حکیم الامت علاّمہ اقبال علیہ الرحمتہ جب فرمانروائے بھوپال کے مہمان تھے حاضر آستانہ ہوئے۔ شمس العلما سید احمد خطیب جامع مسجد دہلی ساتھ تھے۔ حضرت کی قلندرانہ و عارفانہ باتوں سے بہت متاثر ہوئے۔ روانہ ہوتے وقت حاضرین مجلس کو اپنا تازہ موزوں کردہ قطعہ سنایا۔

چشمۂ فیض تشنہ لب کے لئے

مرکز رشد بہر اہل صفا

کوئی سمجھے تو ہے مقامِ قدس

آستانہ جناب قدسی کا

حضرت خواجہ حسن نظامی علیہ الرحمتہ آستانہ میں آ کر بہت زیادہ متاثر ہوئے اور واپس جا کر اپنے اخبار منادی دہلی میں ایک مضمون شائع کیا جس کے اقتباس یہ ہے۔

"منزل قدس کے شہزادے قدسی صاحب کا آستانہ اصل معنوں میں "وادی ایمن" ہے جو قدرت کے جمال جہاں آرا سے بھرپور پہاڑوں کے آغوش میں ایک وادی ہے۔ وسط میں خوبصورت مسجد ہے جو قدسی صاحب نے تعمیر کرائی ہے۔

مسجد قدسی میں جانمازیں ایسے سلیقہ سے بچھی ہیں کہ بے اختیار نماز پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ رہائش گاہ اور باغ کو قدسی صاحب کی سلیقہ مند نفیس طبیعت نے ایسی موزونیت سے آراستہ کیا ہے کہ حقیقی صورت وادی ایمن کی نظر آجاتی ہے۔

قدسی صاحب وہ خوش خصال درویش ہیں جنہوں نے موجودہ زمانہ میں گزشتہ زمانے کی تاریخ کو زندہ کیا ہے یعنی جوانی دیوانی کے زمانے میں بارہ برس تک صرف چند خرما یا کھجور، کوئی تازہ پھل، اور ایک پیالہ چائے سے روزہ کھولتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ روحانی کمالات کی آخری حدود تک تو پہنچ گئے مگر جسم کی صحت خراب ہوگئی۔ آنتیں خشک ہوگئیں اور اب ہمیشہ بیمار رہتے ہیں ان کے باطنی حسن کی خوبیاں ان کے طرز رہائش سے ظاہر ہوتی ہیں۔ میں جتنی دیر ان کے پاس رہا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مرنے اور قیامت سے پہلے جنت میں آگیا ہوں"

(اخبار منادی دہلی مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء)

جناب پیر نظیر احمد خاں صاحب سجادہ نشین موہڑہ شریف آستانہ پہنچ کر اور حضرت کی حکیمانہ وصوفیانہ باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے اور دہلی سے عقیدت و جوش سے بھرا ہوا خط ارسال کیا۔ اسی طرح اطراف ملک کے ممتاز اور گرامی حضرات نے حاضر آستانہ ہو کر حضرت کے طور و طریق۔ فیض و برکت اور ارشاد و ہدایات سے غیر معمولی تاثر حاصل کیا۔ نواب یمین الملک رشید الظفر خاں کے ساتھ حفیظ جالندھری

حاضر آستانہ ہوکر بہت متاثر ہوئے۔

حامد سعید خاں ایڈیٹر رسالہ محسن الملک کے ساتھ سیماب اکبر آبادی اور ساغر نظامی حاضر ہوئے اور بہت تاثر حاصل کر کے اٹھے۔

تصّرفات

جبلپور کے مشہور معروف معمر بزرگ شاہ عبدالرحیم نقشبندی مجددی سندیلوی حافظ عبدالمتعال خاں غوری امیر جمعیت اہلحدیث منڈلہ سی پی کے ساتھ حاضر آستانہ ہوکر عرض کرنے لگے کہ میں تیس برس سے ایک روحانی الجھن میں مبتلا ہوں جو کسی طرح سلجھتی نہیں ہے اور راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا آپ دو چار دن میرے مہمان رہیں انشاءاللہ الجھن ختم ہوکر رکاوٹ دور ہوگی۔ تیسرے دن شاہ صاحب موصوف نے بعد نماز حضرت کے ہاتھوں کو بہت چوما اور بہت خوش ہوکر کہا الحمدللہ میری الجھن مٹ گئی اور جو رکاوٹ سدّ راہ تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔ حضرت نے مبارکباد کہی اور شاہ صاحب شاداں وفرحاں واپس ہوئے۔

حضرت فضل شاہ قلندر کشمیری خلیفہ حضرت گل حسن شاہ قلندر علیہ الرحمتہ نے حاضر آستانہ ہوکر عرض کیا کہ میں بارہ برس سے ایک منزل میں ہوں آگے راہ نہیں ملتی۔ عالم رویا میں ہدایت ہوئی کہ حاضر خدمت ہوکر توجہ کی درخواست کروں۔ حضرت نے فرمایا آپ چندروز آستانہ میں قیام فرمائیں انشاءاللہ کشود کار ہوگا۔ قلندر صاحب ایک ہفتہ آستانہ میں مقیم رہے اور بامراد ہوکر واپس ہوئے۔

مشہور ادیب نیاز فتحپوری روحانیت اور اہل تصرف اصحاب سے سوءظن رکھتے تھے جب بھوپال میں سکونت اختیار کی۔ کسی سخت ناقابل حل مشکل میں مبتلا

ہوگئے۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو حضرت کی طرف رجوع کیا حضرت کی توجہ اور تصرف سے چشم زدن میں مشکل حل ہوگئی۔

مشہور شاعر جگر مراد آبادی جب تک بھوپال میں رہے اکثر حاضر آستانہ ہوتے۔ایک دن عرض کرنے لگے کہ بارہا عرض حال کا ارادہ کیا مگر ہمت نہ ہوئی آخر آج مجبور ہوکر عرض حال کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔حضرت نے فرمایا ضرور بیان کریں۔دست بستہ ہوکر عرض گزار ہوئے کہ میں شراب نوشی کی علت میں گرفتار ہوں بہت چاہتا ہوں مگر یہ علت چھوٹتی نہیں۔حضرت نے فرمایا کسی دن نشہ کی حالت میں سامنے آؤ۔عرض کرنے لگے یہ تو بڑی بے ادبی ہوگی۔حضرت نے فرمایا "الامر فوق الادب" ایک دن تھوڑی سی شراب پی کر مشہور مزاح نگار ملا رموزی گلابی اردو کے بانی کے ساتھ حاضر آستانہ ہوئے اور بہت ادب سے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔حضرت مسکرائے اور فرمایا کچھ کلام سناؤ۔جگر صاحب نے اپنے مخصوص طرز میں ایک غزل سنائی حضرت نے فرمایا انشاءاللہ آج سے شراب کی طلب نہیں ہوگی۔اس دن سے شراب نوشی ترک ہوگئی۔

نواب فخر الملک سعید الظفر خاں نے ایک دن عرض کی کہ میں جب کشمیر میں مہاراجہ کشمیر کا مہمان تھا نواب خسرو جنگ وزیر اعظم نے کہا گھوڑوں پر سیر کو چلیں۔ہم سب گھوڑوں پر سوار ہوکر سیر کو چلے ایک مقام پر گھوڑے کسی غیر معلوم سبب سے یکا یک بہت تیزی سے بھاگنے لگے اس دن سے آج تک گھوڑے کی سواری میں جھجک پیدا ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کسی دن گھوڑے پر سوار ہوکر سامنے آؤ۔ دوسرے دن نواب موصوف گھوڑے پر سوار سامنے آئے۔حضرت نے فرمایا انشاءاللہ

اب کبھی جھجک نہیں ہوگی۔ پھر موصوف کو کبھی جھجک نہیں ہوئی۔

حضرت کے مرید خاص نواب عبدالحفیظ خاں ولی عہد ریاست ٹونک نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ چند روز سے جب سوتا ہوں تو روزانہ خواب میں ایک سیاہ فام نہایت بدصورت عورت برہنہ سامنے آ کھڑے ہوتی ہے حضرت نے فرمایا سوتے وقت۔ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ. تین بار پڑھ کر آرام کریں انشاءاللہ پھر وہ خبیث نہ آئے گی۔موصوف نے اسی دن سے عمل کیا خواب میں پھر کبھی نہ آئی۔

ایک مرتبہ حضرت تبدیل آب وہوا کی غرض سے مانگرول کاٹھیاواڑ بھی تشریف لے گئے تھے۔گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرے عبدالخالق صاحب ولی عہد ریاست روزانہ شام کوموٹر میں حضرت کوسمند کی سیر کراتے تھے ایک دن موصوف نے عرض کیا کہ مجھے کبھی کبھی یکا یک بے سبب کچھ خوف محسوس ہوکر دل دھڑ کنے لگتا ہے۔حضرت نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا انشاءاللہ اب ایسانہیں ہوگا پھر کبھی یہ حالت نہیں ہوئی۔

مشہور سیاح سائیں بابا جہاں گشت ایک بار بھوپال میں رونق افروز ہوکر کرنل انعام اللہ خاں کمانڈنگ افسر سلطانیہ انفنٹر ی کے ساتھ حاضر آستانہ ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ حضرت مجھے سالہا سال سفر میں گزرے بے شمار صاحب حال بزرگوں سے ملاقات ہوئی اور ہر جگہ میں نے ایک سوال پیش کیا مگر جواب میں اتفاق نہیں پایا گیا۔میں کسی صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔حضرت نے فرمایا وہ کیا سوال ہے جس میں جواب دینے والے متفق نہیں۔سائیں بابا نے کہا میرا سوال یہ تھا کہ ایک برتن میں شہد

بھرا ہے مکھیاں آ ئیں کچھ تو شہد میں غرق ہو گئیں اور کچھ شہد کھا کر اڑ گئیں۔ان میں غرق ہونے والی افضل ہیں یا سیر ہو کر اڑ جانے والی افضل ہیں بعض بزرگوں نے کہا غرق ہونے والی مکھیاں افضل ہیں بعض نے کہا نے کہا سیر ہو کر اڑ جانے مکھیاں افضل ہیں۔ حضرت فرمائیں کہ کس کو افضل قرار دیا جائے۔حضرت نے فرمایا دونوں میں کوئی بھی افضل نہیں۔سائیں بابا نے حیرت زدہ ہو کر کہا دونوں افضل نہیں تو پھر افضل کون ہے۔ حضرت نے فرمایا افضل وہ مکھیاں ہیں جو نہ تو غرق ہو کر فنا ہوں اور نہ سیر ہو کر اڑ جائیں بلکہ سب شہد چٹ کر کے مزید شہد کی جویا ہوں۔ یہ جواب سن کر سائیں بابا پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ آج ایک بلند حوصلہ عالی مقام مرد کامل کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ۔ یا حضرت میری دست گیری کیجئے اور مجھے میری مراد تک پہنچا دیجے۔حضرت نے فرمایا آپ کیا چاہتے ہیں۔سائیں بابا نے عرض کی مجھے سکون خاطر حاصل نہیں اطمینان قلب چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے ذکر سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ سائیں بابا نے عرض کی مروجہ طریقوں سے ذکر الٰہی کرتے عمر گزری مگر یہ نعمت میسر نہ ہوئی اب کس طریقہ سے ذکر کروں۔حضرت نے فرمایا بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر تسبیحات اسما پڑھا کریں اور ہر وقت بغیر زبان کی حرکت کے دل سے حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہیں دھیان معنی کی طرف رکھیں انشاءاللہ چند روز میں سکون خاطر اور اطمینان قلب حاصل ہوگا۔سائیں بابا نے پھر عرض کی کہ ایک آرزو اور بھی ہے یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہو۔ لاکھوں بار درود شریف پڑھ چکا ہوں۔مگر اس شرف سے محروم ہوں حضرت نے فرمایا آپ دو چار دن آستانہ میں مہمان ہوں کیا

عجب اس سعادت سے مشرف ہوں۔سائیں بابا کرنل صاحب سے اجازت لے کر آستانہ میں ٹھہر گئے دوسرے ہی دن زیارت باسعادت کاشف نصیب ہوا۔

نواب سلطان جہاں بیگم فرمانروائے بھوپال نے حاضر آستانہ ہوکر حضرت نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا حضرت نے کوئی خاص درود شریف لکھ کر دیا اور فرمایا بوقت خواب پڑھا کریں حتیٰ کہ سو جائیں۔تیسرے دن خواب میں زیارت سے مشرف ہوئیں اور تین دن تک برابر کھانا کپڑے اور نقدی مساکین میں تقسیم فرمائی۔

ابن علی جو وائسرائے ہند کے باڈی گارڈ میں رسالدار تھے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ مجھے بارہ برس کی عمر میں میرے والد نے جو ابوالعلائی خاندان میں مرید تھے سورہ الرحمٰن حفظ یاد کرائی تھی اور ہدایت کی تھی کہ روزانہ بعد نماز فجر ایک بار پڑھتا کرو۔تیس برس سے زائد عرصہ گزرا میں روزانہ بے ناغہ پڑھتا ہوں۔صوم صلوٰۃ کا بچپن سے پابند ہوں۔سپاہی سے ترقی کرتے کرتے رسالدار کے عہدہ تک پہنچا ہوں۔کلکتہ میں ایک بہت مشہور بزرگ تھے جنکی عرفیت مستان شاہ نام سے تھی کثرت سے لوگ حاضر ہوکر فیض یاب ہوتے تھے اکثر جذب واستغراق میں رہتے تھے جب ایسی حالت ہوتی تھی کسی سے بات نہیں کرتے تھے جب سلوک کی حالت میں ہوتے لوگوں کوارشاد وہدایت فرماتے اور نہایت مؤثر ودلنشین تقریر فرماتے تھے۔ اگر کوئی بیعت کی خواہش کرے تو مرید کر لیتے تھے میں بھی اکثر حاضر ہوتا تھا مجھے ان کی عارفانہ باتیں بہت بھلی معلوم ہوتی تھیں جب میری عقیدت بہت بڑھی تو ایک دن میں نے بھی بیعت کی خواہش ظاہر کی۔فرمایا تم کو ایک بڑی محترم شخصیت اور نہایت

بزرگ ہستی سے وابستگی کا شرف نصیب ہوگا جب میں نے پتہ نشان پوچھا تو خاموش ہوگئے۔ بہت عرصہ کے بعد جب میں کلکتہ سے روانہ ہونے لگا تو حاضر خدمت ہوا ان دنوں جذب و استغراق کی حالت تھی کسی سے بولتے نہیں تھے۔ میں نے عرض کی حضرت میں اب یہاں سے جارہا ہوں آپ نے محترم بزرگ کا کوئی پتہ نشان نہیں بتایا۔ میری طرف مخاطب نہیں ہوئے منہ آسمان کی طرف کرکے " بھوپال قلندر زماں" کہا اور خاموش ہوگئے۔ میں سلام کرکے رخصت ہوا اور دل میں سوچتا رہا کہ شاید کبھی مجھے بھوپال جانے کا اتفاق ہوگا اور کسی قلندر صفت بزرگ سے وابستگی ہوگی۔ قدرت الٰہی کا عجب معاملہ ظہور میں آیا کہ مجھے ٹرانسپورٹ کمانڈنگ افسر کے عہدہ پر بھوپال میں آکر مقیم ہونا پڑا لوگوں سے مقامی بزرگوں کے حالات معلوم کرتا رہا۔ کرنل انعام اللہ خاں سے معلوم ہوا کہ حضرت کا مسلک قلندرانہ ہے اگر میرا مستقبل ذاتِ اقدس سے وابستہ ہوتو مجھے اپنے متوسلین میں شامل فرمالیا جائے۔ حضرت نے سلسلہ میں داخل فرمالیا اسی دن شب کو خواب میں ابن علی صاحب نے کلکتہ والے مستان شاہ کو دیکھا بیعت کی مبارکباد کہتے ہیں اور ایک چمکدار تسبیح عنایت فرماتے ہیں۔

بے شمار واقعات میں سے چند واقعے میں نے لکھے ہیں تمام وکمال واقعات کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ اہل ذوق کے لئے اتنی ہی معلومات باعث تسکین ہے۔

جو لوگ صدِق و اخلاص اور عقیدت و ادب سے بزرگوں کی خدمت میں سائل اور طالب علم اور عاجز بن کر حاضر ہوتے ہیں ضرور فیضیات ہوتے ہیں اور جو لوگ بدعقیدہ۔ بے ادب اور بے تکلف ہوتے ہیں محض تضیع اوقات کرنے حاضر ہوتے ہیں ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔

اخلاق و عادات

کسی شخص کے اخلاق سے بحث کرنا اصل میں اس کے نفس کی ان باطنی خوبیوں کو نمایاں کرنا جو فطرتاً اور اکتساباً اس کی ذات کا جزو بن گئی ہیں۔

اخلاق کی چار بڑی قسمیں ہوسکتی ہیں۔

ا۔ وہ اخلاق جن کا اثر اپنی ذات پر مرتب ہوتا ہے اور جن کی ممارست سے انسان قوائے بہمیہ اور خواہشات نفسانیہ کو مغلوب کر دیتا ہے۔ اور وہ قناعت۔ صبر۔ توکل۔ ضبط النفس اور شجاعت جیسے جذبات شریفہ اور اخلاق پسندیدہ ہیں۔

۲۔ وہ اخلاق جن کا تعلق وابستگان ذات اور متعلقین سے ہے۔ اور اتباط باہمی۔ حق شناسی۔ صلۂ رحمی اور ادائے فرض جیسے رابطوں کی تکوین کرتے ہیں۔ اس قسم میں محبت۔ شفقت۔ الفت۔ انصاف وغیرہ جیسے جذبات لطیفہ شامل ہیں۔

۳۔ وہ اخلاق جن کا حلقۂ اثر تمام بنی نوع انسان اور مخلوقات تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں رحم۔ ہمدردی۔ سخاوت ایثار وغیرہ تمام جذبات عالیہ موجود ہیں۔

۴۔ وہ اخلاق و عادات جن سے وجود انسان کے قیام اور بقا کا تعلق ہے اور اپنی شخصیت۔ عزت۔ حرمت کا تحفظ مقصود ہے۔ مثلاً شہوت۔ غضب۔ خوداری۔ بے نیازی۔ اولوالعزمی وغیرہ۔

حضور اکرم ﷺ کا اخلاق ایسا جامع اور مکمل تھا کہ تمام عالم آج تک حیران و

ششدر ہے۔ اخلاق کا حقیقی معیار یہ ہے کہ ہر لوث وغرض سے پاک اور صرف خدائے برتر کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے ہو۔ کوئی شخص جب تک حسن اخلاق میں سرکار دو عالم کا قولاً وفعلاً متبع نہ ہو۔ ہرگز درویش نہیں بن سکتا۔

جس شخص کے اخلاق میں ذرا بھی خامی ہے اس کی درویشی مکمل نہیں۔ جس درویش کا خداوند عالم سے جتنا گہرا اور سچا تعلق ہوگا۔ اس میں یہ حسن اسی قدر نمایاں ہوگا۔

ہم دعوے سے کہیں گے کہ ہمارے حضرت "**تخلقوا باخلاق الله**" کا مکمل نمونہ ہیں۔ انسان فطرتاً مجبور ہے کہ وہ دوست و دشمن میں امتیاز کرے لیکن حضرتِ اقدس کی نگاہ کرم دونوں پر یکساں ہے۔

اثر صحبت۔ کلیہ یہ ہے کہ ہم مذاق اشخاص کی صحبت باعث دلبستگی و راحت ہوتی ہے۔ لیکن آپ کی صحبت میں بچہ۔ جوان بوڑھا بغیر امتیاز مذہب وملت خوش رہتا ہے۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے جن کا میلان فطرت کھیل کود کی طرف ہوتا ہے۔ گھنٹوں متین اور سنجیدہ لوگوں کی طرح مؤدب بیٹھے رہتے ہیں۔

آپ کی صحبت میں تھوڑے ہی دن کے بعد انسان کا دل خرافات سے بیزار اور طاعت وعبادت کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ افعال ذمیمہ۔ اخلاق جمیلہ سے بدل جاتے ہیں۔ طبیعت میں استقلال و یکسوئی پیدا ہوجاتی ہے اور خالص اسلامی جذبات۔ مروت۔ ہمدردی۔ ایثار۔ نیکی۔ پرہیزگاری پیدا ہوجاتے ہیں۔

یہ بالکل واقعہ اور خدا کی رحمت ہے کہ آپ کی صحبت میں اگر خلوص دل سے کوئی شخص چندروز اکتساب فیض کرلے تو بغیر کسی ریاضت ومجاہدے اتنا کمال حاصل

ہوجاتا ہے جو برسوں کی محنت شاقہ میں بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ بیش از بیش علمی نکات عقائد۔ اعمال۔ عبادات۔ غرضیکہ زندگی کا ہر شعبہ سنور جاتا ہے۔ ایسے ہی پاکیزہ نفوس کے لئے مولانا روم نے فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیا

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

آپ کی مقدس ومحترم ہستی سرمایۂ تسکین و راحت ہے جس سے ہر مضطرب قلب اطمینان حاصل کرسکتا ہے چنانچہ ہزار ہا آدمی شاہد ہیں کہ جب افکار و آلام کا ہجوم دل میں لیکر خدمت مبارک میں حاضر ہوئے ایک فوری تسکین محسوس ہوئی اور تمام فکر والم کافور ہوگئے حتیٰ کہ دکھ درد کی ظاہری تکالیف بھی آپ کی نظرِ فیض اثر سے دور ہوجاتی ہیں۔

ایثار۔ اس میں شک نہیں کہ بلحاظ "**تخلقوا باخلاق الله**" انسان کی تکمیل ان تمام اخلاق سے متصف ہونے پر منحصر ہے جو صفات الٰہیہ میں داخل ہیں اور درویش کے لئے نفس شکنی اور ریاضت بمنزلہ صیقل ہیں۔ تزکیہ باطن ان کے بغیر ممکن ہی نہیں اور ملکات حسنہ کا پیدا ہونا قطعاً انہیں پر موقوف ہے۔

ایثار کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ سب کے بعد خود سے محبت کرنا یعنی دوسروں کے مفاد کو اپنے ذاتی فوائد پر مقدم سمجھنا۔ یہ وہ سخت اور قریب ناممکن العمل مجاہدہ ہے جس پر فائز ہونا بجز ملکوتی صفات انسان کے اور کسی سے ممکن نہیں۔ الحمدللہ کہ اس کی زندہ مثال بلکہ تمثال مجسم سراپائے حضرت اقدس میں نظر آتی ہے۔

دل ہے تو غنی نظر ہے تو چشمۂ لطف و رحمت۔ ہاتھ ہیں تو ابرِ کرم۔ سینہ ہے تو سینائے انوارِ قدس۔ غرض آپ کا وجود سراپا جود ایک سرسبز و شاداب نہال ہے جس کی سایہ گستری۔ گل افشانی۔ ثمر باری سدا بہار نظر آتی ہے۔

بے نیازی۔ بے نیازی نفس کا وہ ملکۂ شریف ہے جس کی تکمیل سے انسان صحیح معنوں میں انسان بن سکتا ہے۔ بے نیازی کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی حاجات و ضروریات میں اپنے ہم جنسوں سے استمداد کا طالب نہ ہو۔

حقیقتاً جتنا تعلق بے نیازی کو روحانیت سے ہے اس سے زیادہ ربط اسے تہذیب نفس و علم الاخلاق سے ہے۔

مذہبی اعتقاد کی رو سے جب ہم "تخلقو ابا خلاق اللہ" پر غور کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بے نیازی کے بغیر ہمارے امور مادی اتنے ہی ناقابل ثبوت اور غیر مکمل ہیں۔ جتنا جسم روح کے بغیر یا باغ موسم بہار نہ ہونے سے۔

روحانیت اور باطنی لحاظ سے تو ظاہر ہے کہ بے نیازی جادۂ سلوک کی پہلی منزل اور پہلا اصول زریں ہے۔

جب تک سالکِ راہِ طریقت میں شان بے نیازی نہ ہو تو وہ حقیقی میں درویش کہلانے کا مستحق نہیں بن سکتا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضرت اقدس میں یہ شان اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہے۔

خودداری۔ یہ وہ نازک و لطیف جذبہ ہے جسے خفیف سے خفیف لغزش بھی حدود معینہ سے باہر کر دیتی ہے۔ یہ وصف اسی حد تک وصف کہلانے کا مستحق ہے جب تک

اس کا مفہوم اپنے وقار و وضع کو نمایاں رکھتا ہے۔

علم نفسیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک انسان اخلاق حمیدہ میں بدرجہ اتم کامل نہ ہو اس وقت تک یہ جذبۂ لطف پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس وصف سے متصف ہونے کے لئے بلند خیالی۔ مستقل مزاجی۔ عالی حوصلگی۔ پختہ کاری بے نیازی اور کامل درویشی کے ضرورت ہے۔

یہ وصف بھی انہی مرصعات سے ہے جن سے فطرت انسانی مزین ہے اور جو انسان کو روزِ ازل ہی سے عطا ہوا ہے۔ بدمعاملگی نفس یا دنائت طبعی اس حسن کے روبہ نقاب ہونے کا نام ہے۔ لیکن جس وقت مجاہدات و ریاضت سے انسان کمالِ انسانیت و تزکیۂ نفس حاصل کر لیتا ہے تو یہ حجابات خود بخود اٹھ جاتے ہیں اور یہ فطری جوہر اس کی ذات میں پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہو جاتا ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے جس سے انسان مسلک عوام سے نکل کر منزل اصفیا پر فائز ہوتا اور اپنی شخصیت کو کامیاب بناتا ہے۔ جس طرح حسنِ اخلاق سے کمالِ درویشی پہنچانا جاتا ہے۔ اسی طرح اسی وصف سے درویش کی شانِ بے نیازی اور توکل پر کوئی نظریۂ راسخہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

حضرت میں یہ وصف اس مستقل سنجیدگی کے ساتھ موجود ہے جو آپ کی شخصیت کو ایک ہستی تسلیم کراتا ہے۔ جس کی عملی تقلید سے ہر انسان مرتبہ کمالِ انسانیت پر فائز ہو سکتا ہے۔

یہ کہنا بیجا نہیں کہ یہ جذبۂ حمیدہ ایک ایسا نازک اور پیچیدہ مسئلہ ہے کہ جب تک اس کی مثال میں کسی خوددار انسان کی زندگی کا مرقع پیش نہ کیا جائے اس کا حل ہونا

دشوار ہے۔

اس کے لئے ہم اپنے حضرت اقدس کی "حیات" جس سے خودارزندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے، پیش کرتے ہیں۔

مراجعت پاکستان

تقسیم ہند کے بعد جب دارالسلام بھوپال کے شاہی قلعہ پر اسلامی پرچم کی جگہ ترنگا جھنڈا لہرایا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ وسط ہند میں بھوپال مسلمان کا مرکز تھا اور اسلامی حکمرانی تھی اب کفر کی راجدھانی ہوگی اور مطلع پرغبار ہوگا۔ سوائے چند اشد ضروری چیزوں کے آستانہ کا سب سامان علیحدہ کردیا جائے۔

موٹرکاریں۔ ونڈ چارجر۔ ڈیزل انجن۔ اصطبل کے گھوڑے۔ مویشی خانہ کی بھینسیں اور گائیں سب کو فروخت کردیا جائے۔

فرنیچر۔ ظروف۔ کتابیں اور دیگر اشیاء اعزاو متوسلین اور خادموں میں تقسیم کردی جائیں۔

اجناس سب غربا میں تقسیم کردئے جائیں۔

تعمیل حکم کی گئی اور ایک ماہ میں کل سامان ختم کردیا گیا۔ آستانہ کی عمارتیں۔ باغ۔ مسجد ایگریکلچر فارم نواب یمین الملک رشید الظفر خان کی تحویل میں دئے گئے۔

آستانہ کی پرسکون فضا کو خیرباد کہہ کر پاکستان کا سفر اختیار کیا۔ بھوپال سے ریل میں روانہ ہوئے۔ ایک باوردی فوجی اردلی۔ مسٹر رسول احمد بی۔ اے معتمد خاص اور دو خادم ساتھ تھے۔ جب دہلی پہنچے ریلوے اسٹیشن پر صاحبزادہ میجر یونس اے ڈی سی گورنر جنرل ہندوستان نے استقبال کیا۔ بھوپال سے روانگی کے وقت صاحبزادہ

صاحب موصوف کو ذریعہ ٹیلیگرام حضرت کی آمد سے مطلع کر دیا گیا تھا۔ صاحبزادہ صاحب موٹر کار میں حضرت کو ہائی کمشنر پاکستان متعینہ ہند کے دفتر لے گئے۔ حضرت موٹر کار میں رہے صاحبزادہ صاحب ہائی کمشنر سے ملے تقریباً بیس منٹ میں پاسپورٹ وغیرہ کی تکمیل ہوئی پھر واپس ریلوے اسٹیشن پر آئے اور ریزرویشن ہوا۔ صاحبزادہ صاحب حضرت کو ریل میں سوار کر کے دست بوس ہوکر واپس ہوئے اور حضرت دہلی سے کوئٹہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ تیسرے دن حضرت کوئٹہ پہنچے دس دن مقیم رہ کر کوئی پرسکون و خاموش مقام اپنی سکونت کے لئے منتخب کرنے کی غرض سے باوجود علالت و ناتوانی سارے پاکستان کا گشت کیا کہیں ریل میں کہیں موٹر کار میں سفر ہوا مختلف مقامات پر چند روز قیام فرما کر حالات اور ماحول کا جائزہ لیا۔ بیشتر مقامات زمانۂ طالبعلمی اور زمانۂ سیاحت میں دیکھے ہوئے تھے۔ بہت غور و تجسس کے بعد پنجاب میں ضلع جہلم کے کوہستانی علاقہ کو منتخب فرمایا۔ کوہستان کا بالائی علاقہ ونہار اور زیرین علاقہ دھنی کہلاتا ہے بلحاظ آب و ہوا اور باعتبار موسم زیرین علاقہ پسند خاطر ہوا۔ دھنی بہت پرانا تاریخی علاقہ ہے اور مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت نے چکوال ضلع جہلم پہنچ کر سید افتخار حسین ناطق ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی علیگ ایڈوکیٹ سے جو گوالیار کے باشندے ہیں اور فرشتہ خصلت نہایت شریف الطبع انسان ہیں اپنا ارادہ سکونت ظاہر فرمایا۔ موصوف نے سعی بلیغ سے قصبہ بھون میں جو چکوال سے بارہ میل فاصلہ پر ہے ایک قطعہ اراضی حاصل کیا اور بعجلت ایک شاندار وسیع و عریض آستانہ تعمیر کر کے ایثار و اخلاص کی ایک بے مثال تاریخی یادگار قائم کر دی۔ جزاہم اللہ فی الدارین احسن الجزا۔

اب حضرت اسی آستانہ میں رونق افروز ہیں چند سال سے مزاج مبارک ضعیف العمری کے سبب زیادہ علیل ہے حضرت نے گزشتہ سال اپنے برادر حقیقی سید ابرار حبیب صاحب کو جو شہر بھوپال میں سکونت پزیر تھے مع اہل وعیال اپنے پاس بلالیا ہے۔

متوسلین کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ باوجود ضعیف العمری اور علالت و ناتوانی لوگوں کو ارشاد و ہدایت سے مستفیض فرماتے ہیں اور حاجتمندوں کے لئے دعاء خیر فرماتے ہیں۔ نہایت کمزوری کے سبب روزانہ صرف صبح آٹھ بجے سے دس بجے تک ملاقات کا وقت مقرر فرمایا ہے۔

آستانہ بھوپال سے روانہ ہو کر آستانہ بھون میں مقیم ہونے تک کے کوائف و حالات تاریخ وار تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں انشاء اللہ مرتب کرونگا۔ یہ مجموعہ جو میں نے بڑی کاوش سے جمع کیا ہے۔ پیش کر کے برادران سلسلہ سے دعاء خیر کا طالب ہوں۔

کہکشاں۔ کراچی

حسن عزیز جاوید رحمانی

۱۲۔ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

منہاج المبین

مصنفہ مجتہد العصر قلندر زمان سید اسد الرحمٰن قدسی پر مبنی یہ کتاب جو فی زمانہ ضروریات کے لحاظ سے ہر مسئلہ کو حل کرتی ہے تصنیف فرمائی۔ اس کے مطالعہ سے سکون قلبی و ایمانی روشنی عطا ہوتی ہے۔ ہر قسم کے مسائل جو عہد حاضر میں باعث نفاق بنے ہیں یا وہ مسائل جو زمانہ سابقہ کے مقابلہ میں آج درپیش ہیں ان سب کو نہایت خوبی سے مع اسناد صحیحہ کے ثابت کیا ہے۔

کتاب و طباعت نہایت حسین۔ اگر مقامی کتب فروش سے نہ مل سکے تو ہمیں تحریر فرمائیں۔

حسنین اسٹشنری ڈاکخانہ بھون

تحصیل کر کہار (ضلع چکوال)

علم بیان

تمام ترحق وتحقیق کا اثبات اس کا مطالعہ کرتا ہے اور تمام امور باطلہ کی تردید ہوتی ہے۔اس بناء پر علم حق حقیقی کے ساتھ موسوم کیا ہے اور تمام علوم پر فوقیت حاصل ہے۔حقیقی علم سے مجہتدانہ تحقیق کے ساتھ روشناس کرایا گیا ہے اس کا مطالعہ علم کے مدارج کی رہ نمائی کرتا ہے۔

اگر حضرت قلندر زمان کی کتابیں مقامی کتب فروش سے نہ مل سکیں تو ہمیں تحریر فرمائیں۔

حسنین اسٹشنری ڈاکخانہ بھون

تحصیل کرکہار (ضلع چکوال)

E-mail : astana.qudsi@gmail.com

Website : www.qalandar-e-zaman.com